رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۷۹ا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

(یعنی)

ریویو آف ریلیجنز

اردو رسالہ

ایڈیٹر:- قاضی محمد ظہور الدین اکمل

چندہ سالانہ ہندوستان میں تین روپیہ سکہ بیرون ہندوستان ساڑھے تین روپیہ

مصدقہ طلباء سے سالانہ اور غریب احمدیوں سے اطلاع کرنے پر ادھا

نمبر ۱۱ ۔ نومبر ۱۹۲۷ء ۔ ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۶ھ ۔ جلد ۲۶

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مضمون نگار
بعض سوالات کے جوابات	۴۰۱ تا ۴۰۲	ڈاکٹر محمد رمضان صاحب
اسوۂ سیّد الانام بجواب محمد صاحب از روئے اسلام	۴۰۳ تا ۴۱۲	مولانا محمد یعقوب صاحب
پیدائش عالم آریہ سوالات کے جواب	۴۱۲ تا ۴۱۷	مولانا عمر الدین صاحب شملوی
مباحثہ دمشق	۴۱۷ تا ۴۳۱	مولانا جلال الدین صاحب شمس مبشر دمشق
کیا بنو اسمٰعیل ابراہیمی وعدوں میں شریک نہیں؟	۴۳۲ تا ۴۴۰	مولانا ابو العطاء اللہ دتا صاحب فاضل جالندھری

[illegible]

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہماری دوا سل حقیقی کیواسطے جسکی مختصر تعریف یہ ہے کہ پھیپھڑہ کو خواہ کسی وجہ سے زخم ہو کر اول خون پھر راد پیپ آنے لگے

مرض سل کا علاج

ناظرین کو تعجب ہوگا۔ کہ جس مہلک مرض کو عمر بھر لا دوا سمجھا۔ اور یونانی و ڈاکٹری تمام اطباء سے مایوس العلاج سنا اُسکے علاج کے کیا معنی؟ مگر حق تعالیٰ کا فضل کسی زمانہ اور کسی شخص کیلئے مخصوص نہیں۔ الحمد للہ کہ لاکھوں بیش قیمت جانوں کے تلف کرنیوالے مرض سل کا تیر بہدف تریاق ہمارے ہاتھ لگ گیا۔ اور تجربہ میں بھی آگیا۔ اگرچہ اعلان کرتے ہوئے طبیعت ہماری بھی جھجکی اور خیال ہوا کہ سالہا سال کی دلوں میں بیٹھی ہوئی ناامیدی کے مقابلہ پر ہمارے اس قول کی کیا وقعت ہوگی کہ ہماری ایجاد کردہ ایک **تولہ شفاء السل ہماری ہدایات کے موافق استعمال کرنے سے مسلول کو باذن اللہ صحت حاصل ہو جائیگی"** مگر خدا کی دی ہوئی بے بہا نعمت کو چھپا کر رکھنا شرافت اور مروت انسانی کے خلاف تھا۔ اس لئے منظر بہ احتیاط ہم نے خاص اطباء پر بغرض تجربہ و امتحان یہ دوا مفت تقسیم کی اور منصفانہ رائے طلب کی۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ خاطر خواہ کامیابی اور نتیجہ خیز آراء سے ہماری حوصلہ افزائی کی گئی۔ چنانچہ اسوقت ہم صرف **شاہی طبیب جناب حکیم نورالدین صاحب امیر احمدی جماعت کی قلمی دستاویز** (جنکی حیثیت سے ہندوستان میں عموماً اور پنجاب میں خصوصاً ایک بیش قیمت اور نہایت وزنی رائے ہے) ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں کہ مرض سل کے لادوا ہونے کا اعتقاد انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد لوگوں کے دلوں سے جاتا رہیگا۔ اور ہماری سریع التاثیر دوا جس کو ہم اکسیر کا خطاب دیں تو بیجا نہیں آہستہ آہستہ تمام ملک کے اطباء کو اپنا علاج دگرویدہ بنالے گی۔ قیمت فی تولہ چار روپے (للعہ)

علاوہ سل کے تمام اندرونی زخموں میں باذن اللہ فوری اثر دکھلاتا ہے۔

رئیس الاطباء جناب حکیم نورالدین صاحب رئیس بھیرہ ضلع شاہپور کا ارشاد

السلام علیکم۔ آپکی وہ دوائی جو سل کے لئے آپ نے مجھے دو بار تجربہ کے لئے بھیجی اس کو میں نے بہت ہی احتیاط کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ بے ریب یہ دوائی ایسے مسلولوں کو جن کو نزلہ کی شکایت نہ ہو بہت ہی مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں اور بھی برکت بخشے اور لوگ اس موذی مرض سے آپکی مفید دوائی سے نفع اٹھائیں۔ **نورالدین ۲۳ دسمبر ۱۹۰۶ء قادیان**

نوٹ:۔ گلقند عسلی (شہد کا گلقند) اور روغن بادام دونوں چیزیں مریض سل کیلئے ضروری ہیں۔ اور یہ دونوں اصلی اور قابل اطمینان ہر جگہ نہیں مل سکتیں۔ لہذا بغرض نفع مریضان سل میں مطلع کرتا ہوں کہ یہ دونوں اکسیر عطار کے یہاں ہر وقت نہایت معتبر موجود رہتی ہیں۔ جو فرمائش پر روانہ ہو سکتی۔ قیمت گلقند عسلی فی سیر تین روپیہ۔ روغن بادام خانہ ساز فی تولہ ۶ ؍ ہے۔

المشتہر

حافظ محمد یعقوب گنگوہ۔ ضلع سہارنپور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

بعض سوالات کے جواب

(از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ)

تمہید مورخہ ۱۱۔ جون ۱۹۲۷ء کی صبح کو بعد نماز فجر (جو کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے پڑھائی) مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے مسجد مبارک میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب خطبہ الہامیہ کا درس دیتے وقت خاتم النبیین اور خاتم الاولیاء کی تشریح فرمائی۔ مولوی صاحب تو درس ختم کر کے چلے گئے اور سامعین میں کچھ گفتگو شروع ہو گئی۔ باتوں باتوں میں کسب اور وہبیت کی بحث چھڑ گئی۔ حاضرین میں سے ایک مولویصاحب اس بات پر مصر تھے کہ نبوت قطعی طور پر وہبی ہے اور کسب کو اسمیں ہرگز دخل نہیں۔ بہت سے احباب نے اس کا جواب دیا لیکن مولوی صاحب کی تسلی نہ ہوئی۔ میں نے آگے بڑھکر کہا کہ مولویصاحب نبوت میں کسب اور موہبت دونوں کا دخل ہے اگر نبوت محض وہبی ہے تو کیا آپکو کسی چور یا ڈاکو کے بھی نبی ہونے کا علم ہے؟

مولویصاحب نے اس خیال کے جواب میں کہ انبیاء کی فطرت ہی دوسروں سے مختلف ہوتی ہے۔ میں نے کہا کہ جو بچے بھی پیدا ہوتے ہیں وہ صحیح اور مساوی فطرت لیکر دنیا میں آتے ہیں اور ان اثرات کو چھوڑ کر جو وہ اپنے ماں باپ کے ورثہ میں لیتے ہیں یا ماحول سے اخذ کرتے ہیں انکی استعدادیں برابر ہوتی ہیں۔ اسمیں انبیاء اور دوسروں میں فرق نہیں۔ اب یہ انکے اختیار میں ہے کہ بلوغت کو پہنچکر وہ ان استعدادوں کو نیکی کیطرف لگا لیں یا بدی کی طرف۔ پس قبل اسکے کہ کسی کو نبی کیا جائے (جو اللہ تعالیٰ اپنی مشیت اور ضرورت کے مطابق کرتا ہے) یہ ضروری ہے کہ ان خداداد استعدادوں کو ترقی دیکر تقویٰ اور طہارت کے اعلیٰ ترین مقام تک پہنچایا جائے۔

اسپر مولویصاحب نے کہا کہ نہیں انبیاء کی فطرت دوسروں کی نسبت اعلیٰ ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ انکی تربیت رحم مادر میں ہی کرتا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ انکی فطرت تو دوسروں کے برابر ہی ہوتی ہے۔ البتہ یہ درست ہے کہ انکی تربیت رحم مادر میں ہوتی ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کو علم ہوتا ہے کہ وہ اس قدر مجاہدہ کرینگے اور یہ تربیت انکو انعام میں ملتی ہے۔ مولویصاحب فرمانے لگے کہ علم تابع معلوم ہوتا ہے نہ کہ معلوم تابع علم۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

من مبلغ کعباً فھل لک فی الّتی ٭ تلومُ علیھا باطلاً وھی احزمُ

اِلی اللّٰہ لا العُزّیٰ ولا اللّاتَ وحدہٗ ٭ فتنجوا اذا کان النجاۃ فتسلمُ

یعنی اے کعب تو مجھے دینِ اسلام پر آنے سے ملامت کرتا ہے۔ درانحالیکہ وہی درستا اور صحیح مذہب ہے ہاں اگر تو بھی نجات پسند کرتا اور اپنی آخرت کے لئے بہترین توشہ جمع کرنا چاہتا ہے۔ تو آ اور اللہ کیطرف بڑھتا چلا آ۔ اور لات و عزّیٰ کو چھوڑ دے اور انہیں ہٹا ٭

اب اگر لات ہی اللہ ہوتا۔ اور اہلِ عرب لات ہی کو اللہ جانتے اور سمجھتے تو کس لئے زید بن عمرو یہ کہ سکتا کہ اب میں لات کو چھوڑتا۔ اور صرف واحد خدا کے دامنِ رحمت میں آتا ہوں۔ اور کیوں بجیر اپنے بھائی کعب کو یہ نصیحت کرتا کہ دیکھنا لات سے علیٰحدہ ہو جاؤ۔ اور اپنے اللہ کی عبودیت میں کامل طور پر داخل ہو جاؤ۔ یقیناً اِس سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ اہلِ عرب کے نزدیک بھی اور اُنکے شعراء کے نزدیک بھی اللہ کوئی الگ ہستی تھی۔ اور لات ایک ویسا بُت جیسے اور بہت سے مختلف اصنام قبائلِ عرب نے اپنے لئے بنا رکھے تھے۔ پس اِس لحاظ سے لات کو کوئی الگ خصوصیّت دینے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اُسے بھی ایک ویسا ہی بیجان اور بے رُوح بُت سمجھنے کی حاجت ہے جیسے اور بیسیوں سمجھے جاتے تھے ٭

جواب یازدہم:۔ پھر سب سے بڑی بات تو یہ کہ وہ تمام لوگ جو کہ لات کی پرستش کرنیوالے اور اُسکی عبودیت کا دم بھرنے والے تھے۔ اور وہ تمام ایسے اشخاص جو کہ اُس کے آگے اپنی جبینِ نیاز کمال عاجزی و خاکساری سے رکھنے والے تھے۔ وہی ایک دن اپنے بتوں کو توڑتے ہوئے اسلامی اللہ کے دامن میں آچھپے۔ اور اسطرح انہوں نے اپنے عمل سے اِس بات کو ثابت کر دکھایا۔ کہ یقیناً یہ بات کہ ال لات اور اللہ ایک ہی چیز ہیں۔ ایسی ہی غلط اور نادرست ہے کہ جیسے دن کو رات کہا جائے اور نور کو ظلمت متصوّر کیا جائے۔

جوابِ دوازدہم:۔ پھر قرآنِ مجید پڑھکر دیکھ لو۔ اس میں کسطرح مشرکینِ عرب کو یہ بار بار کہا گیا اور بلند آواز سے کہا گیا ہے۔ کہ تم جو اللہ کو چھوڑ کر اور اسکے دامن سے الگ ہو کر اپنے بتوں کی پرستش کر رہے ہو یہ سراسر نقصان دِہ اور تمھاری روحانیت کیلئے بمنزلہ موت کے ہے۔ تم آؤ اور اللہ کی طرف آؤ۔ اور اِن بُتوں کو چھوڑ دو۔ انکو نہایت ہی پُرجوش الفاظ میں کہا گیا کہ اُفٍّ لکم ولما تعبدون من دون اللّٰہ افلا تعقلون (پ۱۷ سورۂ انبیاء) یعنی تُف ہے تم پر۔ اور تمھاری عبادت پر۔ کیا تمھیں اتنی بھی عقل و ہوش نہیں۔ کہ تم اپنے خالق و مالک کے آگے جُھک سکو۔ اور اُسکی عبادت و پرستش جاری رکھ سکو۔ پھر انہیں یہاں تک کہا گیا کہ انکم وما تعبدون من دون اللّٰہ حصب جھنم۔ انتم لھا واردون (پ۱۷ سورۂ انبیاء) یعنی تم بھی اور تمھارے بُت بھی سب جہنّم کے ایندھن ہیں۔ تم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ضرور اُس میں ایک دن جلو گے۔ پھر انہیں بارہا کہا گیا۔ کہ فاسجدوا للّٰہ واعبدوا (پ ۲۷ سورہ نجم) یعنی اللہ ہی کی عبادت کرو۔ اور اُسی کے حضور سجدات بجالاؤ۔ مگر باوجود اِسقدر تہدید کے ایک بھی مشرک ایسا نہیں اُٹھتا۔ جو یہ کہہ سکتا ہو کہ ہم تو پہلے سے ہی اللہ کے پرستار ہیں۔ اور اُسی کے عبادت گذار۔ آپ کیوں ہمیں بار بار یہ کہتے ہیں۔ کہ ہم اللہ کی طرف آئیں اور اپنے بتوں کو چھوڑ دیں۔ پس جہاں قرآنِ مجید کا ایسا کہنا اِس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ فی الواقع اُسوقت کے اہل عرب اللہ کو چھوڑ کر اور اُسکے در سے الگ ہو کر پتھر کے بیجان بتوں کے سامنے گر چکے تھے۔ وہاں کسی عرب کے باشندے کا اُٹھکر یہاں تک نہ کہہ سکنا۔ کہ ہم تو پہلے سے ہی اللہ کی پرستش کر رہے ہیں۔ اِس امر کو واضح کر رہا ہے۔ کہ اللہ ایک ایسی الگ ہستی تھی۔ کہ جسکو مشرکینِ عرب جانتے تک نہ تھے۔ اور وہ ہرگز اُس خدا کی پرستش نہ کرتے تھے۔ اور کبھی بھی اُس کے وصال اور قُرب کی تمنّا نہ رکھتے تھے۔ جس خدا کے وصال کا متمنّی ہونا اور جسکے قرب کا خواہشمند بننا مذہبِ اسلام نے سکھلایا۔ پس افسوس کہ مشرکینِ عرب کی تو یہ حالت۔ مگر ہمارے پادری صاحب کا یہ خیال کہ وہ تو اللہ ہی کو پوجنے والے اور اُسی کی پرستش کرنے والے تھے۔ اے کاش مصنّفِ رسالہ کے پاس وہ آنکھیں ہوتیں جن سے ہم دیکھتے ہیں۔ اور وہ کان ہوتے جن سے ہم سُنتے ہیں۔ اور وہ دل ہوتے جن سے ہم سمجھتے ہیں اور وہ دماغ ہوتے جن سے خدا نے ہمیں حصّہ دیا۔ اور اگر ہماری جیسی آنکھیں اور ہمارے جیسے کان اور ہماری جیسے دل اور ہمارے جیسے ہی دماغ یہ پادری صاحب بھی رکھتے تو بخدا کسی لحظ بھی اُنکے واہمہ تک میں نہ آسکتا۔ کہ آج سے تیرہ سو برس قبل کے اہلِ عرب۔ ہاں زمانۂ جاہلیّت میں بسنے والے اہلِ عرب اُس اللہ کو جانتے اور پہچانتے تھے۔ جو ہم ساروں کا پیدا کنندہ اور خالق و مالک ہے۔ اور جسکو مذاہبِ اسلام نے پیش کیا اور ظاہر فرمایا ہے۔

اِظہارِ حقیقت

اب سب سے آخر میں یہ تحریر کرنا چاہتا ہوں۔ کہ اہلِ عرب جو بتوں کی پرستش اور اُن کی عبادت کیا کرتے تھے۔ تو اس لئے نہیں کہ وہ اُنہیں اللہ یا اُسکے قائم مقام سمجھتے تھے۔ بلکہ صرف اسلئے کہ اُن کے خیال اور گمان میں وہ بت اُنکے شفیع اور سفارشی تھے۔ اور وہ اُنکی آرزوؤں کے پورا کرنے اور اُنکی خواہشات کے برلانے میں معاونت کرتے تھے۔ چنانچہ تفسیر جلالین میں سورۂ نجم کی آیت کریمہ افرئیتم اللٰت والعزّٰی کی تشریح کرتے لکھا ہے کہ ھی اصنامٌ من حجارةٍ کان المشرکون یعبدونھا و یزعمون انھا تشفعُ لھم عند اللہ۔ یعنی لات و عُزّیٰ اور مناة وغیرہ یہ وہ پتھر کے بت تھے جن کے متعلّق مشرکینِ عرب یہ گمان کیا کرتے کہ یہ خدا کے حضور اُنکے شفیع اور سفارشی ہیں۔ پھر قرآنِ کریم میں بھی اُن کے متعلّق لکھا ہے ویقولون ھٰؤلاء شفعاؤنا عند اللہ (پ ۱۱ سورہ یونس)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یعنی مشرک لوگ کہتے ہیں کہ یہ ہمارے معبود خدا کے حضور ہماری سفارشیں کرنیوالے ہیں۔ غرضکہ مشرک لوگ لات اور عزّیٰ کو تو پوجتے۔ مگر اللہ کو ایک الگ ہستی سمجھتے ہوئے انکو اپنا شفیع اور سفارشی قرار دیتے۔ اور جبکہ خود اہل عرب اُن معبودانِ باطلہ کو صرف خدا کے حضور شفاعت و سفارش کرنیکا درجہ دے رہے ہیں۔ تو کس طرح مصنّفِ رسالہ اِس بات کا حق رکھتے ہیں کہ وہ اہلِ عرب کے متعلّق یہ لکھ دیں۔ کہ وہ تو لات ہی کو اللہ سمجھتے اور اُسکی عبادت کرتے ہوئے اپنے آپکو اللہ ہی کے عابد متصوّر کرتے تھے۔ اور اسلئے وہ نہایت ہی نیک اور پاک عابد اور زاہد کہلانے کے مستحق تھے۔ حاشا وکلّا ایسا ہرگز نہیں ؛ (باقی دارد)

پیدائشِ عالم

(پر)

آرین سوالات کے اِسلامی جوابات

(۱)

پنڈت دھرم بھکشو صاحب کا جواب الجواب۔ ہمارے اوپر کے جواب کو پورے طور پر مدِّ نظر نہ رکھتے ہوئے۔ پنڈت دھرم بھکشو صاحب اس قسم کے جواب کو سوامی دیانند کی کاسہ لیسی قرار دیکر نا سمجھی سے ہمارے جواب کو نامعقول قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں اگر خدا نے اپنی قدرت خالقیت کے اظہار کیلئے عالم کو پیدا کیا تو اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ:۔

"قدرت خالقیت کا ظہور اپنے پر ہوگا یا غیر پر۔ غیر تو مسلمانوں کے نزدیک موجود ہی نہ تھا اسپر ظہور کیا معنی اور اگر اپنے پر ظاہر کرنا مقصود تھا تو خدا پہلے نہ جانتا تھا کہ میں قادر و خالق ہوں اور اگر ایسا ہی ہے تو وہ کیسی ذات تھی جو اپنی طاقت کا بھی علم نہ رکھتی تھی اور اگر معلوم تھا تو آزمودہ را آزمودن جہل است کے مصداق اسکا ظہور تحصیل حاصل ہے"!

جواب الجواب پر بحث کسی نے سچ کہا کہ ؎

خشت اوّل چوں نہد معمار کج　؂　تا ثریا مے رود دیوار کج

بھلا پنڈت جی یہ تو فرمائیے کہ آپ بایں ہیئت کذائی پرمیشور کے ازلی علم میں تھے یا نہیں۔ اگر نہیں تھے تو اور بحث ہے لیکن اگر ازل میں علم الٰہی میں آپ اپنے موجودہ جنم کی حالت میں موجود تھے تو اب آپکو پیدا کر کے خدا نے اپنی خالقیّت اور قدرت کا ثبوت دیا ہے یا نہیں۔ اور اگر دیا ہے تو کس کو دیا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آپ تو تھے ہی نہیں اور موجودہ زمانہ کے لوگ بھی نہ تھے (روحوں کا آپکے اعتقاد کے مطابق ہونا بحث سے خارج ہے) اور جو پہلے گذر گئے انکو آپکے اس وجود کا بھی علم نہیں اپر تو اظہار قدرت بے معنی ہے اور آپکے مرنے کے بعد جو آیندہ آئینگے وہ جناب کو تو دیکھ سکتے ہی نہیں لہٰذا وہ بھی آپکی پیدائش میں جو قدرت خداوندی ہے اسکو کیا جانینگے۔ پس اب یا تو آپ یہ کہئے کہ آپکی پیدائش میں خدا کی قدرت کا کوئی ظہور نہیں ہے تا کہ ہم اور طرح سے آپکو سمجھا دیں اور یا کہو کہ تمام مخلوق اپنے خالق کی قدرت کا ظہور ہے اور میں بھی اسی میں سے ہوں تو پھر بتاؤ یہ ظہور مخلوق پر ہوا یا نہیں اور آپکا اعتراض اڑ گیا یا نہیں۔

مجھے اس جواب الجواب پر لمبی بحث کی ضرورت نہیں کیونکہ جو شخص میرے پہلے جواب کو سمجھ چکا ہے وہ پنڈت جی کے اس جواب الجواب کو خود ہی ٹھکرا دیگا۔ کیونکہ میرے پہلے جواب میں اس اعتراض کیلئے گنجائش نہیں رہی۔ ہاں اتنا اور کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کو جس طرح اپنی قدرت کا علم تھا ویسے ہی اس قدرت کے ظہور کا بھی علم تھا اور اسی علم کے مطابق قدرت کا ظہور ہوا اور تمام مخلوق پیدا ہوئی اور مخلوق کو خدا تعالیٰ کی قدرت کا علم ہوا۔ جسے دوسرے لفظوں میں ہم یوں کہتے ہیں کہ

خدا تعالیٰ ایک مخفی خزانہ قدرت تھا اس نے چاہا کہ وہ ظاہر ہو پس اس نے مخلوق کو پیدا کر کے اپنی قدرت کاملہ کا ثبوت دیدیا۔

آریوں سے مطالبہ اگر ہمارے جواب پر تسلی نہیں ہوئی تو آریہ ہی بتائیں کہ خدا نے روحوں کو اجسام میں کیوں داخل کیا اور عناصر کو ملا کر یہ دنیا کیوں بنائی۔ اگر کہو کہ یہ اسکا خاصہ ہے تو خاصہ ایک ہی قسم کا ہو سکتا ہے نہ متضاد قسم کا۔ پھر یوں کبھی پیدائش ہوتی کبھی فنا۔ اور اگر یہ اسکا خاصہ ہی ہے وہ پیدا کرے اور فنا بھی کرے تو وہ تو اپنی عادت ضرور پورا کرتا ہی رہیگا پھر یہ بہانہ کیوں کیا کرتے ہو کہ ہمارے اعمال کے مطابق پیدائش ہوتی ہے۔ اور یہ بھی بتاؤ کہ خدا کے پیدا کرنے سے پہلے ہی تمہارے اعمال کدھر سے آ گئے۔ اعمال تو پیدائش کے بعد ہی ہونگے۔ اور پھر تم تو سلسلہ پیدائش اور فنا کو ازلی ابدی مانتے ہو تو ازلی سلسلہ کی علت تمہارے اعمال کیونکر ہو سکتے ہیں اصل بات تو یہ ہے کہ اگر خدا کو فاعل بالخاصہ مانا جائے جیسے تمہارا اعتقاد ہے تو اس کا پیدا کرنا یا مارنا ہمارے اعمال سے وابستہ نہیں ہو سکتا بلکہ وہ تو رعشہ زدہ ہاتھ کی طرح حرکت کر رہا ہے اور اس حرکت سے خود بخود سب کچھ پیدا بھی ہو رہا ہے فنا بھی ہو رہا ہے ... - - - .. نہ اسکی پیدائش کی کوئی غرض ہے نہ غائیت کیونکہ غرض و غائیت تو فاعل بالارادہ کے ہی کاموں میں ہو سکتی ہے۔ اور بلا غرض کام تو فعل عبث ہی ہوتا ہے۔ اگر کہو کہ غلط ہے کیونکہ سورج بلا غرض روشنی دے رہا ہے جس سے ہزاروں فائدے ہیں اسی طرح خدا کے کام ہیں تو میں کہتا ہوں کہ سورج اپنے بنانے والے کے منشاء کو پورا کر رہا ہے اسی لئے ہزاروں فائدے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہیں۔ پس اگر پرماتما فاعل بالخاصہ ہے تو ضرور اسکے کام کی کوئی غایت نہیں بلکہ فعل عبث ہے۔ پس اب تم ہمارے اس مطالبہ کا جواب۔ سوامی جی کی ستیارتھ پرکاش وغیرہ کو خوب دیکھ کر علم غور اور ارادہ سے دو تاکہ تمہارا جواب بھی کہیں آریوں کا خاصہ ہی نہ ہو۔

تمہارا یہ کہنا کہ پیدا کرنا اور فنا کرنا دونوں خدا کے خاصہ میں داخل ہے یہ بھی ناقابل تسلیم ہے کیونکہ کسی فاعل بالخاصہ میں دو متضاد خاصوں کا پایا جانا محالات عقلی سے ہے اور اسکی نظیر ایک بھی موجود نہیں ہے یہ دوسری بات ہے کہ ایک شے کے ایک خاصہ سے دوسری چیزیں اپنی اپنی خاصیت کے مطابق مختلف اثر کو ظاہر کریں۔ لیکن ایک ہی شے کے دو متضاد خاصے نہیں ہو سکتے۔

دوسرا سوال:۔ "خدا کی قدرت جس سے یہ عالم ظہور میں آیا وہ صفت ہے یا موصوف۔ اگر وہ صفت ہے تو وہ اپنے موصوف سے علیحدہ نہیں ہو سکتی وہ ذات کی عین ہوتی ہے تو اس طرح پر ہمہ اوست کا مسئلہ صادق آئیگا جو منافی اسلام ہے اور اگر وہ موصوف ہے تو وہ تو عین ذات خداوندی ہوگا یا غیر ذات اور یا اسکا جزو ہوگا پس اگر قدرت عین ذات خداوندی ہے تو استحالہ مذکورہ عائد ہوگا اور اگر غیر ذات ہے تو غیر ذات یا واجب ہوگی یا ممکن۔ اگر واجب ہوگی تو تعدد وجبا صحیح ثابت ہو جائیگا اور اگر ممکن ہوگا تو ممکن مستفاد عن الغیر ہوتا ہے پھر اسکے متعلق بھی یہی حال ہوتا ہے یہ دَور تسلسل ہے جو محال ہے اور اگر قدرت جزو خدا ہے تو ذاتِ اقدس مرکب من الاجزاء ثابت ہوگی اور یہ ظاہر ہے کہ مرکب حادث اور ہر حادث فانی ہے"

جواب:۔ اسلام چونکہ یہ سکھاتا ہے کہ تمام مخلوق قدرت الٰہی سے پیدا ہوئی ہے اسلئے پنڈت دھرم بھکشو صاحب اوپر کا سوال کرتے ہیں مگر وہ دیدہ دانستہ اس بات کو بھولتے ہیں کہ اسلامی تعلیم کی رُو سے خدا تعالیٰ کی قدرت سے پیدا ہونے کے یہ معنے نہیں کہ قدرت خداوندی کوئی مادہ ہے جس سے مخلوق بنائی جاتی ہے۔ بلاشبہ خدا تعالیٰ کی قدرت خدا تعالیٰ کی صفت ہے جو کبھی اس ذات سے علیحدہ نہیں ہو سکتی ہاں وہ عجیب قدرت ہے کہ جب ذات باری تعالیٰ کچھ پیدا کرنا چاہتی ہے تو وہ قدرت اس شئے کو منشاء الٰہی کے مطابق عدم سے وجود میں لے آتی ہے اور یہ وہ بات ہے جسے کوئی خدا تعالیٰ کی قدرت کا پوشیدہ منکر مان نہیں سکتا کیونکہ اسکے گمان میں ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ اور وہ خدا تعالیٰ کی سرو شکتیمان ذات کو بھی اپنی ہی طاقت پر قیاس کرتا ہے۔ جو قابل افسوس امر ہے۔

خدا تعالیٰ کی جس طرح قدرت ایک صفت ہے علم بھی اسکی ایک صفت ہے جس طرح صفت قدرت اسکی ذات سے الگ نہیں ہو سکتی اسی طرح صفت علم بھی کبھی الگ نہیں ہو سکتی مگر دیکھو کہ اسکی صفت علم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے اثر سے دنیا میں بہت ہی کم علم والے جیووں کو کسقدر عظیم الشان علم دیا گیا ہے آج جو سائنس کا زور ہے وہ بھی اس علیم کُل ذات کے علم کا ایک بہت ہی ادنیٰ پرتو ہے۔ اور وید و دیا جسے خود آریہ سماج بہت ہی بڑا علم تسلیم کرتی ہے وہ علم بھی رشیوں منیوں کو اور انکے ذریعہ بنی نوع انسان کو دیا گیا لیکن علم الٰہی کی صفت میں نہ کوئی کمی ہوئی نہ زیادتی۔ جو علم ہمیں دیا گیا ہے یہ ذات باری کے علم کا ایک عکس ہے۔ اور علم بھی ایک طاقت ہے جسطرح اس طاقت سے آگے طاقت پیدا ہوئی اور خود وہ طاقت جوں کی توں رہی اسی طرح خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ نیکی طاقت سے مخلوق ظاہر ہوئی۔ لیکن خدا تعالیٰ کی طاقت جوں کی توں رہی لہٰذا پنڈت صاحب کا تمام اعتراض ہی باطل ہو گیا اور انکی تمام منطق بیکار ہو گئی۔

بات کو ذرا اور قریب الفہم بنانے کیلئے ہم دنیا کا مشاہدہ پیش کرتے ہیں۔ ایک اُستاد کو جو علم حاصل ہے وہ شاگردوں کو بھی وہی علم حاصل کرا دیتا ہے۔ اور اُستاد کا اپنا علم جوں کا توں رہتا ہے اب تو وحدت وجود کا اعتراض پیدا ہوتا ہے نہ تسلسل کا وہم ناشی ہوتا ہے لہٰذا خدا کی قدرت سے مخلوق کی پیدائش پر بھی یہ کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔

اگر اب بھی بات سمجھ میں نہیں آئی تو لو سنو تم خود قائل ہو کہ خدا تعالیٰ سرو ویاپک (ہر جگہ موجود) ہے اور وہ غیر متحرک ہے کیونکہ حرکت کر سکنا محدود شے کے لئے ممکن ہے۔ پھر تم یہ بھی مانتے ہو کہ برہمانڈ (تمام ارض و سماوات) میں جو حرکت ہو رہی ہے یہ پرماتما کی دی ہوئی حرکت ہے۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ حرکت دینا بلا طاقت خرچ کیئے ناممکن ہے لیکن دیکھو خدا تعالیٰ کی بے مثال طاقت کیسی عجیب ہے کہ وہ تمام ستاروں اور سیاروں کو حرکت دیتی ہے پر تو وہ طاقت ذرا بھی کم تو نہیں ہوتی بلکہ جوں کی توں رہتی ہے۔ اور یہ بچّہ بھی جانتا ہے کہ حرکت اور طاقت ایک ہی بات ہے پس ثابت ہو گیا کہ خدا کی قدرت سے طاقت یا حرکت بھی عدم سے وجود میں آتی ہے علیٰ ہٰذا القیاس تمام مخلوق کا پیدا ہونا سمجھ لو۔

ایک مباحثہ

ایک دفعہ آریہ سماج شملہ نے ہمارے ساتھ اپنے سالانہ جلسے کے موقعہ پر عدم سے وجود ہو سکتا ہے یا نہیں پر بحث کیلئے پنڈت دھرم بھکشو صاحب کو کھڑا کیا۔ اور مباحثہ اس طرح ہوا:۔

مُسلم۔ خدا متحرک ہے یا غیر متحرک۔

آریہ۔ غیر متحرک۔

مُسلم۔ مادہ یا پرکرتی متحرک ہے یا ساکن۔

آریہ۔ مادہ جڑ ہے اور وہ نہ متحرک ہے نہ ساکن۔ البتہ وہ حرکت و سکون کو قبول کرنیکی اہلیت رکھتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مُسلم۔ کام کرنے میں یا حرکت کرنے میں ہماری طاقت خرچ ہو جاتی ہے۔ کیا خدا تعالیٰ جب کام کرتا ہے یا حرکت دیتا تو اسکی طاقت بھی خرچ ہو جاتی ہے یا وہ جُوں کی تُوں رہتی ہے۔

آریہ۔ خدا کی طاقت میں کوئی فرق نہیں آتا وہ جُوں کی تُوں ہی رہتی ہے۔

مُسلم۔ جب مادہ خود متحرک نہیں اور خدا تعالیٰ بھی متحرک نہیں اور دنیا میں حرکت موجود ہے تو صاف ظاہر ہے کہ یہ حرکت خدا کی قدرت سے عدم سے وجود میں آئی ہے۔ اور یہی ثابت کرنا تھا فرمائیے اب کیا عذر ہے۔

اب اس سوال کا جواب کیا ہو سکتا تھا وہ اب بھی تمام آریہ سماجی ملکر اگر دینا چاہیں تو وہ بجز اسکے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ بلا شبہ حرکت مخلوق ہے اور وہ عدم سے وجود میں آئی ہے۔ اور جب پنڈت دھرم بھکشو صاحب نے دیکھا کہ اب تو کوئی صورت بچنے کی نہیں ہے تو بلا وجہ آنحضرت صلعم کی شان میں گستاخی پر اُتر آیا۔ اور مباحثہ بند کر دیا۔ میرے ایک آریہ سماجی دوست مجھے اگلے روز کہنے لگے کہ مولوی صاحب سچّی بات یہ ہے کہ اگر اسوقت مباحثہ بند نہ کیا جاتا تو آپکے سوال کا جواب دینا پڑتا اور وہ یہی ہو سکتا تھا کہ جب خدا میں حرکت نہیں اور مادّہ حرکت سے مبرّا ہے تو لازماً حرکت عالم مخلوق ہے اور وہ ضرور عدم سے وجود میں آئی ہے اس لئے اسوقت مباحثہ کا بند ہونے میں ہی پنڈت جی کا چھٹکارا تھا۔ اگر کوئی سماجی انکار کرے تو میں اپنے اس آریہ دوست کی گواہی اب بھی دلا سکتا ہوں۔ لیکن بات ہے کہ اب ہی کوئی سماجی ہمارے سوال کا جواب دیدے میں نے تو پنڈت رامچندر صاحب دہلوی مہو اپدیشک آریہ سماج کو بھی بارہا پوچھا ہے وہ بھی آجتک اس فکر میں ہیں کہ کیا جواب دیں۔ اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اس سوال کا حل آریہ سماج کیلئے ناممکن ہے ہاں اگر وہ یہ مان لیں کہ مادّہ حرکت سے مبرّا نہیں بلکہ حرکت مادّہ میں ہے تو بلا شبہ وہ ہماری گرفت سے نکل سکتے ہیں لیکن جب وہ ایسا عقیدہ بنا لینگے تب ہم انہیں خدا کے فضل سے دوسری راہ سے پکڑ کر مادّہ کے مخلوق ہونیکے قائل کر کے دکھا دینگے۔ سر دست ہم اس سوال کے جواب کو یہیں ختم کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طاقت سے جس طرح طاقت پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح خدا تعالیٰ کی قوّت خلق سے مخلوق پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ایسا ہونے پر نہ وحدت وجود ثابت ہوتا ہے نہ تسلسل واقعہ ہوتا ہے۔

تسلسل

دوسرے سوال میں آریہ مہاشہ نے دَور تسلسل کو محال قرار دیا ہے اور میں خوش ہوں کہ یہ کہکر پنڈت صاحب نے آریہ سماج کے بہت سے مسئلوں کو غلط قرار دیدیا۔ مثلاً آریہ سماج دنیا کی پیدائش کو مستفاد عن الغیر تسلیم کرتا ہے اور پھر وہ دنیا کی پیدائش کو مسلسل طریق پر بلا کسی حد کے تسلیم کرتا ہے اور یہی تسلسل ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ بھی باطل۔ پھر وہ اس تسلسل کے بھی قائل ہیں کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انسان کی پیدائش کا سلسلہ لاانتہا زمانہ سے مسلسل چلا آرہا ہے۔ کرم سے جنم ہوتا ہے اور جنم سے کرم نہ جنم کی مدّت نہ کرم کی بلکہ یہ سلسلہ لامتناہی چلا جا رہا ہے۔ چونکہ یہ بھی تسلسل ہے لہٰذا یہ بھی باطل ؛

وحدت وجود پھر اسی سوال میں آریہ پنڈت نے قدرت سے پیدائش عالم کو مستلزم وحدۃ الوجود قرار دیا ہے اور وحدت وجود کو منافی تعلیم اسلام بتایا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ بھی بالکل بودا اعتراض ہے جسکے جواب کی ضرورت نہیں لیکن میں پوچھتا ہوں کہ کیا سچ مچ ویدوں کا مذہب ویدانت نہیں ہے اور کیا ویدانت یہی نہیں کہ ایک پرمیشور ہی سب کچھ بنا ہوا ہے اسکے ماسوا کچھ ہے ہی نہیں اور کیا وید میں یہ نہیں لکھا کہ :-

(۱) ”پیدائش کائنات سے پہلے است بھی نہ تھا اسوقت ست یعنی پرکرتی بھی نہ تھی اور نہ پرمانوں تھے اسوقت صرف پربرہم کی قدرت تھی“ (رگوید اشٹک ۸ ادھیاء ۷ ورگ ۱ منتر ۱)

(۲) ”اس کائنات سے پہلے صرف ایک آتما ہی تھا۔ اور کوئی دوسری چیز نہ تھی“

اب دیکھ لو وحدت وجود توحید ہی کا مذہب ہے پس اگر اس عقیدہ پر اعتراض ہے تو آؤ اسلام کی پاک تعلیم کو قبول کرلو جو اس عقیدہ کے منافی ہے ؛

مباحثہ دمشق

کیا مسیحؑ صلیب پر مرا یا نہیں؟

(نمبر ۲)

اب میں ان سوالات کا جواب تحریر کرتا ہوں۔ جو پادری نے میری چٹھی نمبر ۱ کا جواب دیتے ہوئے مجھ سے کیئے ہیں۔

پہلا سوال :- جب کسی ایسی کتاب میں (کہ جسکے مؤلف کے ایک ہونے میں علماء کو کسی قسم کا شک نہ ہو) کوئی مسئلہ بہت سی واضح عبارتوں میں بیان کیا گیا ہو۔ تو کیا ایک عبارت یا چند عبارتوں کی اُسی کتاب سے ایسی تفسیر کرنا جو باقی آیات واضحہ کے خلاف ہو۔ جائز ہے؟ جبکہ بآسانی انکی تفسیر آیات واضحہ کے موافق ہوسکتی ہو؟

جواب :- ہاں اگر کسی ایسی کتاب میں جو اختلافات اور تناقضات سے خالی ہو۔ دو مختلف عبارتیں پائی جائیں۔ جن میں سے ایک واضح ہو اور دوسری مبہم۔ اور مبہم کی تفسیر بآسانی عبارت واضح کے معنی کے مطابق ہوسکتی ہو۔ تو بلاشک یہ تفسیر دوسری تفاسیر پر مقدم کیجائیگی۔ لیکن اگر ایسی کتاب میں جو بہت سے شکوک و شبہات کا محل ہو۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور تناقضات کا مجموعہ ہو۔ اور اس میں حقیقت واقعیہ کے خلاف باتیں پائی جاتی ہوں۔ (مثلاً اناجیل جیسا کہ آپنے میرے سوال اوّل کے جواب میں اقرار کیا ہے کہ اگر غیر صحیح سے مراد کسی سبب سے بعض اخبار اور حوادث میں موافقت تامہ کا نہ پایا جانا ہو تو بہت سے مسیحیوں کی طرح میرا بھی یہی اعتقاد ہے۔ کہ ان میں غیر صحیح باتیں پائی جاتی ہیں۔ اور یہ کہ مؤلفین اناجیل نے بعض واقعات کے بیان کرنے میں (بدون قصد کذب یا دھوکہ دینے کے) غلطی کھائی ہے۔ یعنی جو کچھ انہیں حالات معلوم ہوئے لکھدیئے واقعہ کے مطابق ہوں یا نہ۔ پس اگر ایسی کتاب میں دو متضاد قول ایسے معاملہ میں جو علم تاریخ سے تعلّق رکھتا ہو پائے جائیں۔ تو انمیں سے وہ قول جو تفتیش و تنقید کے وقت اصول تاریخ کے موافق اور اقرب الی العقل ہوگا لیا جائیگا اور دوسرا ردّ کیا جائیگا۔

دوسرا سوال:۔ کیا اناجیل اربعہ میں ایسی بہت سی آیات نہیں پائی جاتیں جن میں مسیحؑ خود کہتا ہے کہ وہ صلیب دیا جائیگا اور مرجائیگا۔ پھر وہ آیات جن میں مؤلف کہتا ہے کہ مسیحؑ مر گیا۔

جواب:۔ اناجیل اربعہ میں آپکے بیان کردہ الفاظ بعینہٖ موجود نہیں ہیں۔ علاوہ بریں مسیحؑ نے صلیب کا صرف ایک دفعہ ہی ذکر کیا ہے۔ وہ بھی بغیر لفظ موت کے۔ البتہ دوسرے اقوال میں یہ الفاظ ہیں۔ یقتلونه. وفی الیوم الثالث یقوم کہ وہ اُسے قتل کرینگے اور پھر تیسرے دن اُٹھ کھڑا ہوگا۔ یوحنا نے تو ان الفاظ کا بھی ذکر نہیں کیا۔ بلکہ اس نے ان معنوں میں باب ۲ میں یہ ذکر کیا ہے۔ کہ یہود نے مسیحؑ سے کہا کہ تو ہمیں کونسا نشان دکھائیگا کہ ہم یہ کریں۔ یسوع نے جواب میں کہا۔ تم اس ہیکل کو گرادو اور میں تین دن میں اُسے کھڑا کردونگا۔ تو یہود نے کہا کہ ۴۶ سال تو اس ہیکل کے بنانے پر لگے پھر تو کیونکر اُسے تین دن میں کھڑا کرسکتا ہے۔

اس قول کو بیان کرکے مؤلف کہتا ہے۔ کہ اس نے ہیکل سے مراد اپنا جسم لیا تھا۔ یعنی اگر وہ اُسے مار دینگے تو وہ تین دن میں اُسے زندہ کردیگا۔ لیکن مسیحؑ نے اس امر کی تصریح نہیں کی۔ اور نہ ہی یہود کو جو وہ اسکے قول سے سمجھے تھے غلطی پر قرار دیا۔ یہانتک کہ حاکم کے پاس بھی جب دو گواہوں نے اسکے خلاف گواہی دیتے ہوئے کہا۔ کہ یہ کہتا تھا۔ کہ میں اللہ کی ہیکل کو گراکر تین دن میں بنا سکتا ہوں۔ پھر یہ تفسیر اس وجہ سے بھی باطل ہے۔ کہ اس نے اقامت کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ کیونکہ میت اپنے آپکو زندہ نہیں کرسکتا ورنہ اس سے تقدم الشئ علیٰ نفسہٖ لازم آتا ہے جو محال ہے۔ پھر باقی تین اناجیل میں جو اقوال اس بارہ میں پائے جاتے ہیں وہ بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ مثلاً متی باب ۱۶ میں کہتا ہے۔ کہ وہ قتل کیا جائیگا۔ اور تیسرے دن اُٹھ کھڑا ہوگا۔ اور باب ۱۷ میں ہے۔ کہ اسی طرح ابن آدم عنقریب ان سے تکلیف اُٹھائیگا۔ ایسے ہی بعض اقوال لوقا اور مرقس میں ہیں۔ مگر ان اقوال پر مندرجہ ذیل شبہات وارد ہوتے ہیں:۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پہلا شبہ:۔ مسیحؑ عبرانی زبان بولتے تھے۔ پس ہمیں اصل الفاظ معلوم نہیں۔ جو مسیحؑ نے کہے تھے اور اقوال اناجیل اربعہ کا مجموعہ حسب تحقیق مصنّف جیوش انسائیکلو پیڈیا پہلے پہل عبرانی زبان میں تیار ہوا تھا پھر بعد میں یونانی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ پھر جس وقت اناجیل تالیف کی گئیں اسوقت کفارہ کا مسئلہ مسیحی دین کے لئے بطور بنیاد کے مانا جاتا تھا۔ اور وہ اسکی صلیبی موت پر مبنی تھا۔ پس اسلئے ہوسکتا ہے کہ انہوں نے مسیحؑ کے اصل الفاظ کے معنوں میں کمی بیشی کردی ہو۔

دوسرا شبہ:۔ اناجیل کے بیانات ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ مثلاً متی باب ۱۷ میں کہتا ہے۔ ابن آدم عنقریب لوگوں کے ہاتھوں سونپا جائیگا۔ اور وہ اُسے قتل کردینگے۔ پھر تیسرے دن اُٹھ کھڑا ہوگا۔ پس اسکے شاگرد نہایت غمگین ہوئے۔ لیکن مرقس باب ۹ میں کہتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے شاگردوں کو سکھاتا تھا۔ کہ ابن آدم لوگوں کے سپرد کیا جائیگا اور وہ اُسے قتل کردینگے پھر انکے قتل کردینے کے بعد تیسرے دن اُٹھ کھڑا ہوگا مگر شاگرد اُسکی بات نہ سمجھے اور سوال کرنے سے بھی ڈرے۔ اسی طرح لوقا باب ۹ میں کہتا ہے کہ اس نے اپنے شاگردوں سے کہا۔ کہ تم میری اس بات کو سن رکھو کہ ابن آدم لوگوں کے سپرد کیا جائیگا۔ لیکن اُسکے شاگرد اسکی بات نہ سمجھے۔ اور وہ بھی ان سے پوشیدہ رکھنا چاہتا تھا۔ کہ وہ نہ سمجھیں۔ اور وہ ڈرے کہ اس قول کے بارہ میں اُس سے کوئی سوال کریں۔ پس متی تو یہ کہتا ہے۔ کہ انہوں نے اس کے قول کو سمجھا اور غمگین ہوئے۔ مگر مرقس اور لوقا کہتے ہیں۔ کہ انہوں نے اسکی بات کو نہ سمجھا۔ اور انجیل یوحنا کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ انہیں مسیحؑ کے قبر سے نکلنے تک اس بارہ میں کوئی علم نہ تھا۔ جیسا کہ یوحنا باب ۲۰ سے ظاہر ہے۔ "پس اسوقت اسکا اور شاگرد (جو پہلے قبر کی طرف آیا تھا) دیکھ کر ایمان لے آیا۔ کیونکہ وہ اس کتاب (یعنی پیشگوئی) کو نہ جانتے تھے کہ اُسے مُردوں سے اُٹھ کھڑا ہونا چاہیئے۔ یوحنا کے اس قول کی تائید مرقس باب ۱۶ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ کہ مریم مگدلینی گئی اور اسکے شاگردوں کو اسکے قبر سے اُٹھنے کی خبر دی۔ اور وہ روتے اور چیختے چلاتے تھے۔ جب انہوں نے اُس سے سُنا کہ وہ زندہ ہے۔ اور اُس نے اُسے دیکھا ہے۔ تو انہوں نے اسکی بات کو صحیح نہ جانا۔ بعد ازیں مسیحؑ دوسری شکل میں ان میں سے دو کیلئے جبکہ وہ جنگل کو جارہے تھے۔ ظاہر ہوا۔ اور یہ دو لوگ گئے۔ اور باقی شاگردوں کو خبر دی۔ تو انہوں نے ان دو کو بھی سچا نہ جانا۔ پس اگر اسکے شاگرد اسکی موت، اور پھر جی اُٹھنے کی پیشگوئی کو جانتے ہوتے۔ تو وہ ضرور ایسی خبر کے سُننے کے لئے کان لگائے ہوتے۔ مگر انکی حالت یہ ہے۔ کہ جب وہ اسکے جی اُٹھنے کی خبر سنتے ہیں۔ تو وہ اپنے ساتھیوں کو بھی جھٹلا دیتے ہیں۔ تو اس عجیب خبر کے سُننے پر انکا انکار پر اڑے رہنا اور اسکی موت کی خبر سُننے پر انکا رونا اور واویلا کرنا صریح طور پر دلالت کرتا ہے۔ کہ اسکے جی اُٹھنے کی خبر کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ گفتگو جس کو حضرت خلیفۃ المسیحؑ اپنے ساتھ ہی کے کمرہ میں سن رہے تھے ہو رہی تھی کہ حضور کواڑ کھولکر باہر تشریف لائے اور متبسّم ہو کر فرمایا کہ آپکی گفتگو نے مجھے بھی اس میں شامل ہونیکی ترغیب دی ہے چنانچہ حضور مجلس میں بیٹھ گئے اور مولویصاحب سے مخاطب ہوئے۔

حضور کی یہ گفتگو اسقدر پُراز معارف تھی کہ سامعین کو محوِ حیرت کیئے جاتی تھی۔ آپ دقیق در دقیق مسائل کو کمال روانی سے بیان فرما رہے تھے۔ ساتھ ہی اسکے آپکے قلب میں شفقت علی الخلق اللہ کے لئے ایک گہرا درد محسوس ہوتا تھا۔ یہی توجہ تھی کہ آپ اپنے کمرہ سے باہر تشریف لائے۔ تاکہ متنازعہ فیہ مسائل پر روشنی ڈالیں۔ سامعین حقائق و معارف سے لُطف اندوز ہو کر ہر طرف سے جزاکم اللہ کی صدائیں نکال رہے تھے۔

حضور کے دل میں مذہبی اتحاد کا اسقدر جوش ہے کہ اسکو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ کاش! مسلمان اسلام کی خوبیوں کو احمدی نقطہ نگاہ سے دیکھیں تاکہ وہ درمیانی شقاق کو دُور کر کے اتحاد فی الاسلام کا زرین سبق سیکھیں اور اپنے لئے فلاح دارین حاصل کریں۔

اگرچہ یہ گفتگو تمام کی تمام مجھے یاد نہیں رہی اور بعض مسائل تو اسقدر دقیق تھے کہ میرا دماغ انپر کامل طور سے احاطہ کرنے سے عاجز رہا۔ تاہم افادہ احباب کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے جس قدر مجھ سے ہو سکتا ہے۔ عرض کرتا ہوں:۔

حضور نے مولوی صاحب سے فرمایا کہ یہ غلطی کہ علم تابع معلوم ہوتا ہے اسکو اپنے اوپر قیاس کرنے سے لگی ہے۔ ہمارا علم تو محدود ہے اور بعض اوقات معلوم کا محتاج ہے۔ لیکن یہ بات خدا پر جو کہ عالم الغیب ہے صادق نہیں آسکتی۔ ورنہ یہ تو آریوں جیسا ہی مسئلہ ہے کہ روح اور مادہ ازل سے موجود تھے بسا اوقات یہاں بھی آپکا علم معلوم سے مقدم ہے۔ کیا جب آپ کبھی کسی جگہ جانا چاہتے ہیں تو اسکے متعلق آپکا علم پہلے ہوتا ہے یا اس جگہ جانا۔ پس یہ بات خدا تعالیٰ کے علم میں ہوتی ہے کہ فلاں شخص اسقدر مجاہدہ کریگا۔ اور اگر اسوقت نبی کی ضرورت ہو تو خدا تعالیٰ اسکو نبوّت کیلئے چن لیتا ہے۔ اور اسکی انعام کے طور پر تربیت فرماتا ہے۔ اسکی مثال اس طرح ہے کہ بعض اوقات آپ اپنے ملازمین کو تنخواہ پیشگی دے دیتے ہیں۔ جو اُجرت بعد میں دیجاتی ہے وہ تو تنخواہ کہلاتی ہے اور جو پہلے دیجائے وہ پیشگی۔ لیکن دونوں کے اُجرت ہونے میں فرق کوئی بھی نہیں۔

پھر دیکھئے چند لڑکے ایم۔ اے پاس کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک کو ولایت کی ڈگری کیلئے منتخب کر لیا جاتا ہے۔ اسکی دوسروں کی نسبت امتیازی لیاقت ہی اسکو اس انتخاب کے قابل بناتی ہے۔ اسجگہ فطرت کا سوال بھی حل ہو جاتا ہے۔ کہ سب کی فطرتیں برابر ہوتی ہیں۔ ورنہ اگر ایک کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انہیں مطلقاً علم نہ تھا۔

پھر ایک اور قابل غور امر یہ ہے۔ کہ اگر اس کا صلیب پر سے زندہ اتارے جانا بہ نسبت اسکے صلیب پر مرنیکے اناجیل کی روسے زیادہ مضبوط ہو۔ اور اپنے ساتھ اثباتات قاطعہ رکھتا ہو۔ تو کیا کوئی عاقل حقیقت واقعیہ کا انکار صرف اس قول کی وجہ سے کردیگا۔ جس کی آسانی سے اصل حقیقت کے مطابق تاویل ہوسکتی ہو۔ اور وہ یہ کہ یہود اپنے زعم میں اُسے قتل کردینگے۔ اور خیال کرینگے کہ وہ مرگیا ہے۔ لیکن درحقیقت وہ میّت نہ ہوگا۔ بلکہ بیہوش ہوگا اور اس میں شک نہیں کہ بیہوش بھی میّت کی طرح ہوتا ہے۔ اور پھر تیسرے دن اُٹھ کھڑا ہوگا اور ایسا ہی واقعہ جنگ اُحد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آیا۔ آپ زخم کی درد سے بیہوش ہوکر زمین پر گر پڑے۔ تو کفار نے مشہور کردیا کہ آپ قتل ہوگئے ہیں حالانکہ آپ زندہ تھے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد آپ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ان معنوں کی تائید یوحنا کے اس قول سے بھی ہوتی ہے۔ جس میں اس نے کھڑا ہونیکو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ کیونکہ میّت اپنے آپکو کھڑا نہیں کرسکتا۔

اور اگر کوئی ہماری اس تاویل کو قبول نہ کرے تو ہم اُسے یہ جواب دینگے کہ چونکہ یہ قول ان تمام اقوال کے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرے مخالف ہے۔ لہٰذا قابل اعتبار نہیں ہے۔ اور یہ جزو پیشگوئی کی پوری نہیں ہوئی جیسا کہ اسکی دوسری جزو کہ وہ تیسرے دن جی اُٹھیگا پوری نہیں ہوئی کیونکہ اناجیل اربعہ اس بات پر متفق ہیں۔ کہ وہ جمعہ کے روز سورج کے غروب ہونیکے قریب سبت کی رات شروع ہونیکے ساتھ قبر میں رکھا گیا۔ اور اتوار کی صبح کو فجر سے پہلے قبر سے اٹھ کھڑا ہوا۔ تو قبر میں صرف ایک رات اور دوسری رات کا ایک بڑا حصہ اور ایک دن ٹھیرا پس اسکا یہ قول کہ وہ تیسرے دن کھڑا ہوگا پورا نہ ہوا۔

اور اسی طرح ظاہری لحاظ سے اسکی وہ پیشگوئی بھی پوری نہیں ہوئی جو اس نے اپنی دوبارہ آمد کی نسبت ان الفاظ میں کی تھی:۔

کہ عنقریب ابن آدم اپنے باپ کی بزرگی و عظمت میں فرشتوں کے ساتھ آئیگا۔ اور اسوقت ہر ایک کو اسکے اعمال کے مطابق بدلہ دیگا۔ میں تمھیں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ تم یہاں کھڑے ہونیوالوں میں سے بعض سے لوگ اسوقت تک نہ مرینگے۔ جبتک کہ ابن آدم کو اپنی بادشاہت میں آتا نہ دیکھ لیں۔

بے شک انہوں نے موت کو چکھا پھر انکے بیٹوں نے پھر انکے پوتوں نے ھلم جرًا مگر مسیح اپنے باپ کی عظمت و شوکت میں اسوقت تک نہ آیا۔

پھر ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ کہ متأخرین یا مؤلفین نے مسیحؑ کے قول کو اپنے عقیدۂ صلیبی موت کے موافق ایک پیشگوئی کے طور پر بیان کردیا اگرچہ مسیحؑ نے اسکی خبر نہ دی ہو۔ جیسا کہ متی نے انبیاء کی طرف ایسی باتیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

منسوب کی ہیں۔ جن کا ذکر پرانے عہدنامہ کی کتب میں نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ متی باب ۲ میں لکھتا ہے۔ وہ آیا اور اس شہر میں جسے ناصرہ کہا جاتا ہے ٹھہرا تاکہ جو نبیوں کی معرفت کہا گیا تھا پورا ہو کہ وہ ناصری کہلائیگا۔ اب اس پیشگوئی کا ذکر کسی نبی کی کتاب میں ہرگز موجود نہیں ہے۔ علاوہ ازیں جب ہم ان واقعات میں جو مؤلفین نے اسکی صلیبی موت کے بارہ میں بیان کیئے ہیں۔ غور کرتے ہیں۔ تو روایتاً و درایتاً انہیں ازحد ضعیف پاتے ہیں۔ اور بہت سے شکوک و شبہات کا مورد۔ جیسا کہ بالتفصیل اسکا ذکر انشاء اللہ اصل بحث میں آئیگا۔

تیسرا سوال:۔ کیا اناجیل اربعہ میں سے کسی ایک انجیل میں ایک ایسی خبر بھی موجود ہے۔ جو صلیبی موت کے عقیدہ کے موافق نہ ہو سکتی ہو۔

جواب:۔ ہاں اناجیل میں بہت سی آیات اور اخبار اور شواہد اسکے صلیب پر نہ مرنے کی تائید میں موجود ہیں۔ اور چونکہ یہ سوال اصل بحث سے تعلق رکھتا ہے۔ اسلئے اصل بحث میں ان دلائل کو بیان کرونگا اگر اسوقت آپ صلیبی موت کے عقیدہ سے انکی موافقت ظاہر کر سکیں تو کر لیں۔

چوتھا سوال:۔ کیا نئے عہدنامہ میں پولوس اور پطرس اور یوحنا وغیرہ کے خطوط میں جو اناجیل سے بھی پہلے لکھے گئے ہیں۔ ایسی بہت سی آیات نہیں پائی جاتیں جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ مسیحؑ کے صلیب پر مرنے اور پھر مُردوں سے جی اُٹھنے کے معتقد تھے۔ اور خدا کے پاس سے دوسری دفعہ آنے کے منتظر تھے۔

پانچواں سوال:۔ کیا سفر اعمال حواریین میں بہت سی ایسی آیات نہیں پائی جاتیں جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حواریوں کے وعظوں کا مدار ان سے مسیحؑ کے جدا ہونیکے بعد صرف مسیحؑ کا مرنا اور پھر جی اٹھنا پھر اسکا اللہ کے پاس سے دوبارہ آنا تھا۔

جواب:۔ چونکہ یہ دونو سوال بلحاظ مفہوم کے ایک ہی ہیں۔ اسلئے دونو کا اکٹھا قدرے تفصیل سے جواب دیتا ہوں۔ اسمیں شک نہیں کہ سفر اعمال حواریین اور پولوس وغیرہ کے خطوط میں ایسی آیات موجود ہیں۔ جو اس بات پر دال ہیں کہ وہ مسیحؑ کے مرنے اور پھر اسکے دوبارہ جی اُٹھنے کے معتقد ہیں۔ مگر انکا یہ اعتقاد مسیحؑ کی صلیبی موت پر قطعی دلیل نہیں ہو سکتا۔ جبکہ انجیل شواہد اور ابحاث جدیدہ سے واضح طور پر اس کا صلیب پر سے زندہ اُتارے جانا ثابت ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اسکے صلیب پر مرنیکی روایت اصول روایت کے لحاظ سے نہایت ہی ضعیف ہے۔ پھر اناجیل کا مطالعہ کرنیوالوں پر مخفی نہیں۔ کہ پولوس و پطرس وغیرہ میں سے مسیحؑ کے صلیب پر لٹکائے جانے اُتارے جانے قبر میں رکھے جانے پھر جی اُٹھنے کے وقت کوئی بھی وہاں حاضر نہ تھا۔ اور اس کی موت کی خبر مشہور کرنیوالے یا تو یہودی تھے (جو اسکی موت کے خواہاں تھے) یا اسکے محض دوست تھے جو اسکی صلیبی موت سے نجات دلانیکے لئے کوشش میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لگے ہوئے تھے۔

اور جب مسیحؑ نے واقعہ صلیب کے بعد ان شہروں سے ہجرت اختیار کی تو یہود حواریوں کو اسکے قتل کا طعنہ دینے لگے۔ تو انہیں چپ کرانے کے لئے انکے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ علاوہ بریں یہود انپر انواع و اقسام کے ظلم و ستم توڑتے تھے۔ اور انکی تبلیغ مسیحؑ کی تعلیم کے مطابق یہود میں ہی منحصر تھی۔ اور وہ بھلا مسیح کو حواریوں کے ذریعہ کب سچا مان سکتے تھے۔ جو انکی آنکھوں میں نے درجے کے مسکین و ذلیل تھے۔ جبکہ انہوں نے مسیحؑ کی زندگی میں باوجود معجزات پر معجزات دکھانیکے قبول نہ کیا۔ اور وہ دوسری اقوام کو مسیحیت میں داخل کرنے سے ایک تو وہ اسوجہ سے ناامید تھے کہ مسیحؑ نے انہیں دوسری قوموں میں تبلیغ سے منع کیا تھا۔ اور کہا تھا۔ کہ میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو جمع کرنیکے لئے آیا ہوں۔

ثانیاً :۔ دوسری اقوام شریعت موسویہ کو قبول کرنیکے لئے تیار نہ تھیں۔ عین اس حالت میں ایک شخص اسرائیلیوں میں سے شاؤل نامی اُٹھا جو بعد میں پولوس کے نام سے مشہور ہُوا۔ وہ ایک بلند ہمت اور محنتی اور ذکی انسان تھا۔ وہ اگرچہ حواریوں میں سے نہ تھا۔ مگر اس نے اپنے آپکو حواری ظاہر کیا۔ کیونکہ اُسے یقین تھا۔ کہ اگر یہ طریق اختیار نہ کریگا۔ تو اُسے کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اور اپنے حواری ہونیکے ثبوت میں اس نے کہا کہ جب میں دمشق کو جا رہا تھا۔ تو راستہ میں خداوند مسیح مجھ پر ظاہر ہوئے۔ اور مجھے اپنے خادموں میں داخل کیا۔ اور تبلیغ کا حکم دیا۔ پس میں اس کی طرف سے اس کام کیلئے مامور ہوں اسکا وہ خواب سفر اعمال حواریین کے باب ۹ - ۲۲ - ۲۶ میں مذکور ہے۔ مگر جب ہم اس رؤیا کا بہ نظر عمیق مطالعہ کرتے ہیں۔ تو اس رؤیا کے غیر مصدق ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔ کیونکہ کوئی شخص ایسا واقعہ جسپر اسکے ایمان کا مدار ہو اور اسکی زندگی میں ایک تغیر عظیم کا باعث ہو نہیں بھول سکتا۔ لیکن پولوس کی اس رؤیا میں اختلاف فاحش پایا جاتا ہے۔ جو اس کی تصدیق سے انکار کا موجب ہے۔

مثلاً باب ۹ میں لکھا ہے۔ کہ اسکے گرد آسمان سے نور چمکا۔ تو وہ زمین پر گر پڑا۔ اور اس نے ایک آواز سُنی جو اُسے کہہ رہا تھا۔ شاؤل شاؤل .... اور اسکے دوسرے ساتھی مسافر چپکے کھڑے رہے۔ وہ آواز سنتے پر کسی کو دیکھتے نہ تھے۔

باب ۲۲ میں اسکے خلاف یوں لکھا ہے۔ کہ جو میرے ساتھی تھے انہوں نے نور دیکھا اور اس سے مرعوب ہوئے لیکن انہوں نے اسکی آواز کو جس نے مجھ سے کلام کی نہ سُنا۔

دوسرا اختلاف :۔ باب ۲۲ میں تو کہتا ہے۔ کہ میرے ارد گرد آسمان سے ایک نور عظیم ظاہر ہُوا۔ اور باب ۲۶ میں کہتا ہے۔ کہ میرے اور میرے ساتھ جانیوالوں کے گرد نور چمکا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی لعنت سے چھڑایا جبکہ اس نے انکی خاطر اپنے سر پر لعنت لی۔ اور یہ کہ نجات کیلئے صرف ایمان کافی ہے۔ اور شریعت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اُسے معلوم تھا۔ کہ دوسری اقوام شریعت موسویہ کو قبول نہ کرینگی۔ اور اسکا یہ قول بھی مسیحؑ کی تعلیم اور اعمال کے صریح طور پر منافی تھا۔ کیونکہ مسیحؑ عمر بھر موسیٰؑ کی شریعت پر عامل رہا۔ حتیٰ کہ صلیب کے واقعہ سے تھوڑی دیر پہلے اسکے شاگردوں نے اس سے دریافت کیا۔ کہ آپ کس جگہ چاہتے ہیں۔ کہ ہم جائیں اور عید فصح کے کھانے کی تیاری کریں تو اس نے اپنے دو شاگردوں کو بھیجا اور ان سے کہا۔ کہ جب تم شہر میں پہنچو گے تو تمھیں ایک شخص پانی کا گھڑا اُٹھائے ہوئے ملیگا۔ اسکے پیچھے پیچھے چلے جانا اور جس گھر میں وہ داخل ہوگا۔ اس گھر والے سے یہ کہنا کہ اُستاد کہتا ہے۔ کہ کس جگہ میں اپنے شاگردوں سمیت فصح کا کھانا کھاؤنگا۔ (مرقس باب ۱۴) پس اسکے تمام اعمال شریعت موسویہ کے موافق تھے۔ اور اسی کا لوگوں کو حکم دیتا تھا۔ جیسا کہ اس نے ابرص کو اسکے شفا پا جانے کے بعد کہا۔ جا اور اپنا آپ کاہن کو دکھا۔ اور جس چیز کے چڑھاوے کا موسیٰؑ نے حکم دیا ہے اپنے پاک ہونیکے عوض میں نذر کر۔ (مرقس باب ۱)

اسی طرح متی باب ۵ میں مذبح پر قربانی چڑھانے کا حکم دیا ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ مت خیال کرو۔ کہ میں توراتؔ یا انبیاءؑ کو منسوخ کرنیکے لئے آیا ہوں۔ منسوخ نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ پس میں تمھیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جبتک آسمان اور زمین قائم ہیں۔ ایک حرف یا ایک شوشہ بھی تورات کا ٹل نہیں سکتا یہانتک کہ کل ہو لے۔ اور لوقا باب ۱۶ میں کہتا ہے۔ کہ آسمان اور زمین کا گر جانا آسان ہے بہ نسبت اسکے کہ ناموس (تورات) کا ایک شوشہ گر جائے۔

اور حواری بھی موسیٰؑ کی شریعت کے پیرو تھے۔ مگر پولوس نے علانیہ طور پر شریعت موسویہ کے خلاف تعلیم دینی شروع کردی۔ یہانتک کہ اس نے کہدیا کہ اب شریعت کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ جیسا کہ اسکے مندرجہ ذیل اقوال سے ظاہر ہے:۔

(۱) میں پولوس تمھیں یہ کہتا ہوں۔ کہ اگر تم نے ختنہ کرایا۔ تو مسیحؑ تمھیں کوئی نفع نہیں دے سکتا۔
(خط پولوس بنام گلتیوں باب ۵)

(۲) جبکہ ہم جانتے ہیں کہ انسان شریعت کے اعمال سے راستباز نہیں ٹھیر سکتا بلکہ یسوع مسیح پر ایمان لانے سے۔ (گلتیوں باب ۲)

(۳) میں خدا کی نعمت کو باطل نہیں کرسکتا کیونکہ اگر راستبازی شریعت سے ہے تو مسیحؑ تب بے فائدہ مرا۔ (گلتیوں باب ۲)

(۴) اعمال شریعت سے ہر جسم اسکے حضور پاک نہیں ٹھیر سکتا کیونکہ شریعت سے گناہ کی معرفت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی لعنت سے چھڑایا جبکہ اس نے انکی خاطر اپنے سر پر لعنت لی - اور یہ کہ نجات کیلئے صرف ایمان کافی ہے - اور شریعت کی کوئی ضرورت نہیں ہے - کیونکہ اُسے معلوم تھا - کہ دوسری اقوام شریعت موسویہ کو قبول نہ کرینگی - اور اسکا یہ قول بھی مسیحؑ کی تعلیم اور اعمال کے صریح طور پر منافی تھا - کیونکہ مسیحؑ عمر بھر موسیٰؑ کی شریعت پر عامل رہا - حتیٰ کہ صلیب کے واقعہ سے تھوڑی دیر پہلے اسکے شاگردوں نے اس سے دریافت کیا - کہ آپ کس جگہ چاہتے ہیں کہ ہم جائیں اور عید فسح کے کھانے کی تیاری کریں تو اس نے اپنے دو شاگردوں کو بھیجا اور ان سے کہا - کہ جب تم شہر میں پہنچو گے تو تمہیں ایک شخص پانی کا گھڑا اُٹھائے ہوئے ملیگا - اسکے پیچھے پیچھے چلے جانا اور جس گھر میں وہ داخل ہوگا - اس گھر والے سے یہ کہنا کہ استاد کہتا ہے - کہ کس جگہ میں اپنے شاگردوں سمیت فسح کا کھانا کھاؤنگا - (مرقس باب ۱۴) پس اسکے تمام اعمال شریعت موسویہ کے موافق تھے - اور اسی کا لوگوں کو حکم دیتا تھا - جیسا کہ اس نے ابرص کو اسکے شفا پاجانے کے بعد کہا - جا اور اپنا آپ کاہن کو دکھا - اور جس چیز کے چڑھاوے کا موسیٰؑ نے حکم دیا ہے اپنے پاک ہونیکے عوض میں نذر کر - (مرقس باب ۱)

اسی طرح متی باب ۵ میں مذبح پر قربانی چڑھانے کا حکم دیا ہے - اور کہا ہے - کہ مت خیال کرو - کہ میں توریت یا انبیاء کو منسوخ کرنیکے لئے آیا ہوں - منسوخ نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں - پس میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جبتک آسمان اور زمین قائم ہیں - ایک حرف یا ایک شوشہ بھی توریت کا ٹل نہیں سکتا یہانتک کہ کل ہولے - اور لوقا باب ۱۶ میں کہتا ہے - کہ آسمان اور زمین کا گر جانا آسان ہے بہ نسبت اسکے کہ ناموس (توریت) کا ایک شوشہ گر جائے -

اور حواری بھی موسیٰؑ کی شریعت کے پیرو تھے - مگر پولوس نے علانیہ طور پر شریعت موسویہ کے خلاف تعلیم دینی شروع کردی - یہانتک کہ اس نے کہدیا کہ اب شریعت کی ضرورت ہی نہیں رہی - جیسا کہ اسکے مندرجہ ذیل اقوال سے ظاہر ہے :-

(۱) میں پولوس تمہیں یہ کہتا ہوں - کہ اگر تم نے ختنہ کرایا - تو مسیحؑ تمہیں کوئی نفع نہیں دے سکتا -
(خط پولوس بنام گلتیوں باب ۵)

(۲) جبکہ ہم جانتے ہیں کہ انسان شریعت کے اعمال سے راستباز نہیں ٹھیر سکتا بلکہ یسوع مسیح پر ایمان لانے سے - (گلتیوں باب ۲)

(۳) میں خدا کی نعمت کو باطل نہیں کرسکتا کیونکہ اگر راستبازی شریعت سے ہے تو مسیحؑ تب بے فائدہ مرا - (گلتیوں باب ۲)

(۴) اعمال شریعت سے ہر جسم اسکے حضور پاک نہیں ٹھیر سکتا کیونکہ شریعت سے گناہ کی معرفت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حاصل ہوتی ہے۔ (رومیوں باب ۲)

اور یہ تعلیم مسیح کی تعلیم اور اسکے افعال کے صریح مناقض تھی۔ اسکو کس نے یہ حق بخشا تھا۔ کہ وہ شریعت کے احکام میں سے جو حکم چاہے منسوخ کردے وہ نہ تو مسیح تھا۔ نہ نبی تھا۔ نہ مرسل تھا۔ اور نہ ہی حواری تھا۔ پس کیونکر کہتا ہے۔ کہ اگر تم نے ختنہ کرایا۔ تو مسیح تمھیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ حالانکہ مسیح خود مختون تھا (لوقا باب ۲) اور سب حواری بھی مختون تھے۔ اور اس کا یہ قول بھی کہ اعمال شریعت سے کوئی راستباز نہیں ہو سکتا لوقا باب ۱ کے اس قول کے مخالف ہے۔ کہ ذکریا اور اسکی بیوی دونو اللہ تعالیٰ کے حضور راستباز اور اسکے تمام احکام اور وصایا کے مطابق چلنے والے تھے۔ اور حواریوں کا بھی یہ اعتقاد نہ تھا جیسا کہ یسوع مسیح کے بھائی یعقوب کے خط سے معلوم ہوتا ہے جہاں کہ وہ کہتا ہے :-

تم دیکھتے ہو۔ کہ آدمی اعمال سے راستباز ٹھیرایا جاتا ہے۔ صرف ایمان سے نہیں۔ اسی طرح راحب بھی جو فاحشہ تھی۔ جب اس نے جاسوسوں کی مہمانی کی۔ اور انہیں دوسری راہ سے باہر کر دیا۔ کیا اعمال سے راستباز نہ ٹھیری۔ پس جیسا بدن بے روح مردہ ہے۔ ویسے ہی ایمان بے اعمال مردہ ہے۔

اب دیکھو کہ یہ قول پولوس کے قول کہ انسان شریعت کے اعمال سے راستباز نہیں ٹھیرتا صریح مخالف ہے۔ پس جب حواریوں نے (جو شریعت پر چلتے تھے) اس سے یہ صریح مخالفت دیکھی تو انکے اور پولوس کے درمیان سخت جھگڑا ہوا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ یورشلم میں اس امر پر غور کرنیکے لئے ایک مجلس قائم ہوئی جس میں تمام رسل اور حواری اور مشائخ جمع ہوئے اور ایک پُرجوش مباحثہ ہوا مگر پولوس کی کھلی کھلی کامیابیاں ایک ایسی بیّن اور واضح دلیل تھیں جو انکی تمام براہین اور دلائل پر غالب تھی۔ پس ایک حواری نے پولوس کی رائے کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ کہ میں بھی یہی مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ ان لوگوں پر جو دوسری قوموں سے اللہ کی طرف لوٹے ہیں۔ بوجھ نہ ڈالا جائے۔ پھر کیا تھا۔ باقی بھی اس رائے کیطرف جھک گئے۔ اور تمام مشائخ اور حواریوں نے متفقہ طور پر اپنے ہاتھوں سے یہ لکھا۔

کہ حواری اور رسل اور مشائخ اور برادران اپنے ان بھائیوں کو سلام کہتے ہیں۔ جو دوسری قوموں سے ہیں اور انطاکیہ اور سوریا اور کیلیکیہ میں آباد ہیں۔ جبکہ ہم نے سُنا ہے۔ کہ چند لوگوں نے جو ہمارے پاس سے نکلے ہوئے ہیں۔ تمھیں تنگ کیا ہے اور وہ کہتے ہیں۔ کہ تم ختنہ کراؤ اور شریعت کے پابند رہو۔ وہ ایسے لوگ ہیں جنکو ہم نے یہ حکم نہیں دیا۔ (اعمال حوارین باب ۱۵)

جب پولوس نے اس طرح دوسری قوموں میں اس معاہدہ کے مطابق جو اسکے اور حواریوں کے درمیان ہوا تھا۔ کامیابی دیکھی تو اس نے اس معاہدہ کو توڑ دیا۔ اور اسرائیلیوں میں بھی تبلیغ شروع کر دی کہ شریعت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ پھر اسکے بعد جو ہُوا سو ہُوا۔ آخرکار سب اسکی رائے پر متفق ہو گئے۔ پس یہ تو پولوس کا حال بیان ہُوا۔

مَیں یہ نہیں کہتا۔ کہ اسکی نیّت خراب تھی۔ لیکن اس بات میں شک نہیں کہ وہ مسیحی مذہب کا نام لیکر کھڑا ہُوا۔ اور وہ درحقیقت مسیحؑ کا مذہب نہ تھا۔ پس جس مذہب کی آج مسیحی لوگ پیروی کرتے ہیں۔ وہ پولوس کا مذہب ہے نہ کہ مسیحؑ کا۔

پس اسکا یہ کہنا کہ مسیحؑ مُردوں سے جی اٹھا اور لوگوں کیلئے کفّارہ ہو گیا۔ صرف ان اغراض کی خاطر تھا۔ جو مَیں نے ابھی اوپر بیان کی ہیں۔ شروع شروع میں جب یہود متبعین مسیحؑ کو مسیحؑ کے قتل کرنیکا الزام دیتے تھے۔ تو انکے پاس سوائے اسکے کوئی جواب نہ تھا۔ کہ وہ مُردوں سے جی اُٹھا۔ لیکن اسکے جی اُٹھنے کا ثبوت دینا یہود کے سامنے مشکل امر تھا۔ کیونکہ وہ قبر سے نکلنے کے بعد ان شہروں میں مخفی رہا۔ اگر وہ پتہ بتاتے تو پھر اسکے پکڑے جانیکا خوف تھا۔ پھر جب وہ وہاں سے ہجرت کر گیا۔ تو کہنے لگے کہ وہ آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ اور یہ جواب بھی یہود کیلئے تسلّی بخش نہ تھا۔ جبکہ وہ اُسے صلیب پر مرنیکی وجہ سے حسب تورات ملعون خیال کرتے تھے۔ پس جب پولوس کھڑا ہُوا اور لوگوں کی گردنوں سے شریعت کا جُوا اُتار پھینکا۔ تو اس نے انہیں یوں جواب دیا۔ کہ بیشک وہ صلیب پر مرکر ملعون تو ہو گیا۔ جیسا کہ تم کہتے ہو۔ مگر یہ لوگوں کو لعنت سے چھڑانے کیلئے۔ اور قربانیوں کے ذریعہ خطاؤں کی معافی کا عقیدہ یہود میں موجود تھا۔ چنانچہ عہد نامہ میں اسکا بہت جگہ ذکر موجود ہے۔ چنانچہ میکہ نبی کہتا ہے:-

"مَیں کس چیز کے ساتھ اپنے رب کے حضور جاؤں اور بلند خدا کے سامنے جُھکوں۔ کیا ایک سال کے بچھڑوں کی سوختنی قربانی سے۔ کیا خداوند ہزاروں مینڈھوں اور زیتون کے تیلوں سے خوش ہو گا۔ کیا مَیں پلوٹھا اپنی معصیت کے عوض میں اپنے جسم کا پھل اپنے نفس کی خطا کے بدلہ میں دوں"۔ پس پولوس نے موت مسیحؑ کے مسئلہ کو شریعت کے بوجھ کو دُور کرنیکے لئے بطور حیلہ کے بنایا۔ پس جب دوسروں نے اسکی کامیابیاں دیکھیں تو وہ بھی اسکی رائے کی طرف مائل ہو گئے۔

اور مندرجہ ذیل واقعہ مشائخ دین کے ساتھ کا تلاعب اور انکی عدم احتیاط پر دلالت کرتا ہے ملاحظہ ہو اعمال باب ۲۱ مشائخ نے پولوس سے کہا۔ کہ اے برادر تجھے معلوم ہے کہ یہاں بہت سے یہود ایمان لاچکے ہیں۔ اور وہ شریعت کیلئے نہایت غیرتمند ہیں۔ اور تیرے بارہ میں انہیں یہ خبر پہنچ چکی ہے۔ کہ تو ان تمام یہود کو جو دوسری اقوام میں رہتے ہیں۔ موسیٰؑ سے ارتداد کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ کہتے ہوئے کہ وہ اپنی اولادوں کا ختنہ نہ کرائیں اور نہ ہی عادات کے مطابق چلیں پس اب کیا ہو گا۔ بہرحال جمہور لوگ یہاں اکٹھے ہونگے جبکہ وہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تیری آمد کی خبر سُنینگے- پس جیسا ہم تجھے کہتے ہیں ویسا ہی کر- ہمارے پاس چار اشخاص ہیں- جن پر نذر ہے تُو انکو اپنے ساتھ لے- اور انکے ساتھ پاک ہو- اور انپر خرچ کر تا وہ اپنے سروں کو منڈوا ڈالیں- پس سب جان لینگے کہ تیرے بارہ میں جو انہیں خبر دی گئی ہے صحیح نہیں- بلکہ تو بھی شریعت کا ہی پابند ہے- اور وہ لوگ جو دوسری اقوام سے ایمان لائے ہیں- ہم نے انکی طرف لکھ بھیجا ہے- اور انہیں حکم دیا ہے کہ وہ ایسی کسی بات کے پابند نہ ہوں- سوائے اسکے کہ وہ اپنی جانوں پر چار چیزوں کی پابندی کریں- اس چیز سے جو بتوں کے لئے ذبح کی گئی ہو- دوسرے خون تیسرے گلا گھونٹ کر مرا ہوا چوتھے زنا- تب دوسرے دن پولوس نے ان چار اشخاص کو اپنے ساتھ لیا- اور انکے ساتھ پاک ہوا- اور ہیکل میں بایّام تطہیر کے پورا ہونیکی خبر دیتا ہوا داخل ہوا- یہانتک کہ ہر ایک کی طرف سے قربانی پیش کی-

اس واقعہ سے پولوس اور مشائخ اور حواریوں کے دین کی حقیقت جبکہ وہ پولوس کی رائے کی طرف مائل ہو گئے تھے- ظاہر ہے- کہ وہ قربانیاں ہیکل میں شریعت کے مطابق گذارتے- مگر نہ اس شریعت پر اعتقاد متین رکھتے ہوئے بلکہ شریعت پر چلنے والی پبلک کو خوش رکھنے کیلئے- پس انکا یہ عمل دین حقیقی سے تلاعب کے سوا کچھ نہیں ہے-

پس پولوس کا اپنے بعض خطوں میں یہ ذکر کرنا کہ مسیح صلیب پر مر گیا- کوئی قطعی دلیل نہیں ہے- کہ فی الواقعہ مسیحؑ صلیب پر مر گیا تھا- جبکہ دیکھتے ہیں- کہ اس نے مسیحؑ کے دین کی کایا ہی پلٹ دی- اور اسی طرح مشائخ اور ضعیف الرائے حواریوں کا قول جو آخر اسکی آراء کی طرف مائل ہو گئے تھے قابل قبول نہیں ہے-

پطرس کا پوچھو- تو وہ ایک حال پر قائم نہ رہنے والا شخص تھا [illegible] تھا- جیسا کہ متی باب ۲۶ سے ظاہر ہوتا ہے-

اس نے یسوع مسیح سے کہا- اگر مجھے تیری خاطر مرنا بھی پڑے تو مَیں تیرا انکار نہیں کرونگا- اسی طرح باقی شاگردوں نے بھی کہا مگر اسکے تھوڑی دیر بعد اس نے اسکا انکار کیا بلکہ اسپر لعنت بھیجی اور ایک صریح غلطی کا مرتکب ہوا- جیسا کہ اسی باب میں اسکا مندرجہ ذیل قول موجود ہے:-

تھوڑی دیر بعد جو لوگ کھڑے تھے اس پاس آئے- اور انہوں نے پطرس سے کہا بے شک تُو بھی انہی میں سے ہے- کیونکہ تیری بولی (یا لہجۂ گفتار) تجھے ظاہر کر رہی ہے- تو اسوقت لعنت کرنے لگا اور قسم کھانے لگا- کہ مَیں تو اس شخص کو جانتا بھی نہیں کہ کون ہے- اور خود پولوس نے اپنے خط بنام گلتیوں کے باب ۲ میں اسکے ایسا ہونیکا اعتراف کیا ہے- چنانچہ وہ کہتا ہے:-

اور جب پطرس انطاکیہ میں آیا- تو مَیں نے اس کا بالمواجہ مقابلہ کیا- کیونکہ وہ ملامت کے قابل تھا- قبل اسکے جو یعقوب کے پاس سے لوگ آویں- وہ دوسری اقوام کے ساتھ کھاتا تھا- لیکن جب وہ آئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تو پیچھے ہٹتا اور اپنے آپکو ان سے علیحدہ کرتا تھا۔ ان لوگوں سے ڈر کر جو ختنان) سے تھے۔ یعنی شریعت پر چلنے والے تھے۔ اور اسی کے ساتھ دوسرے یہودی بھی مل گئے حتیٰ کہ برنابا بھی انکی رائے کی طرف جھک گیا۔ لیکن جب مَیں نے دیکھا کہ وہ انجیل کے حق کے لحاظ سے استقامت کے ساتھ نہیں چلتے تو مَیں نے اُسے سب کے سامنے یہ کہا۔ کہ اگرچہ تُو ہے تو یہودی۔ مگر اسوقت دوسری قوموں کی زندگی بسر کرتا ہے۔ پس تو دوسری قوموں کو کیوں لازم کرتا ہے۔ کہ وہ بھی یہودی بنیں اور یہودی ہو کر رہیں۔

پس پولوس یا پطرس اور انکے پیروؤں کا قول انکی تصدیق کو واجب نہیں کرتا۔ کہ انہوں نے جو کہا واقعہ کے مطابق ہے۔ ہماری تحقیق ہیں کہ انہوں نے اصل حقیقت کو چھپانے کی کوشش کی۔ اسی طرح ان عقائد سے متاثر ہوتے ہوئے جیسا کہ انجیل پر ایک گہری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے۔ انکے مؤلفین نے بھی حقیقت پر پردہ ڈالنا چاہا۔ مگر باوجود اسکے حقیقت اپنے آپکو ہر ایک اس شخص کیلئے ظاہر کرتی ہے جو ان تمام واقعات کا جو مؤلفین اناجیل نے بیان کیئے ہیں ایک نظر سے مطالعہ کرے۔

ان دو سوالوں کے جواب میں مَیں نے طول سے کام لیا ہے۔ اس خیال سے کہ تا کوئی پولوس وغیرہ کے قول سے غلطی کھا کر اصل حقیقت کے خلاف مسیحؑ کی صلیبی موت کا قائل نہ ہو۔

علاوہ بریں جب ہم شواہد انجیلیہ اور ابحاث جدیدہ اور قدیمہ سے اسکا صلیب پر سے زندہ اترنا ثابت کر دینگے۔ تو انکا قول بالکل حجت نہ رہیگا

چھٹا سوال:۔ جب کوئی انسان انجیل پڑھکر یا گرجہ کی شہادت سُنکر یسوع مسیح کو زندہ نجات دہندہ مان لے پھر اس ایمان سے اُسے سلام قلبی اور درستیٔ اخلاق اور نیکی کے کاموں کیلئے مضبوط ارادہ حاصل ہو جائے۔ تو کیا علم تاریخ میں یا کسی اور علم میں اس اعتقاد سے اُسے کوئی چیز مانع ہو سکتی ہے۔ کہ مسیح بشر کو ابلیس کی حکومت سے نجات دلانے میں اللہ تعالیٰ کے ارادہ کی تکمیل کیلئے مر گیا۔

جواب:۔ قبل اسکے جو مَیں آپکو اس سوال کا جواب دوں۔ آپسے مندرجہ ذیل امور کی توضیح چاہتا ہوں:۔

۱۔ زندہ نجات دہندہ سے آپکی کیا مراد ہے۔

۲۔ سلام قلبی سے آپ کیا مراد لیتے ہیں۔

۳۔ سلام قلبی اور اخلاق کی درستی اور نیک کاموں کیلئے مضبوط ارادہ کے حصول میں اور یسوع پر بطور نجات دہندہ ایمان لانے کے درمیان علم منطق میں چار مشہور نسبتوں سے کونسی نسبت پائی جاتی ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کے ارادہ کی تکمیل سے کیا مراد ہے۔ کیا اس کا ارادہ قبل اسکے جو مسیحؑ یہود کے ہاتھوں صلیب پر مارا جائے ناقص ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

۵۔ اسکے صلیب پر مرنے سے کیونکر اللہ تعالیٰ کا ارادہ کمال کو پہنچا۔

۶۔ ظاہر ہے کہ ابلیس ملعون ہے اور یسوع مسیح تورات کے قانون کے مطابق اگر مان لیا جائے کہ صلیب پر اس نے جان دی اور جیسا کہ پولوس کہتا ہے۔ وہ ہے۔ اور لعنت کا مفہوم جیسا کہ لسان العرب اور دوسری لغات کی کتب میں لکھا ہے۔ وہ دوری اور ہر قسم کی نیکی سے محروم رہتا ہے۔

پس اگر پولوس کا قول صحیح ہے۔ تو یسوع مسیح لوگوں کو ابلیس کی حکومت سے نجات کیونکر دلا سکتا ہے۔ اور اور اگر پولوس نے لعنت سے مراد کوئی اور مفہوم لیا ہو۔ تو اسکو بالوضاحت بیان کیجئے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

جلال الدین شمس احمدی از دمشق ۔ ۱۵۔ فروری ۱۹۲۷ء

فصل البیان فی جمع القرآن

(نمبر ۴)

ایک سادہ لوح یا متعصب انسان یہ سوال کر سکتا ہے۔ کہ مذکورہ بالا احادیث سے تو متعدد سورتوں کا نام ثابت ہوتا ہے۔ اور انہی سورتوں کی آیات کی ترتیب کا ثبوت ملتا ہے۔ کلام اللہ شریف کی ایک سو چودہ سورتوں کے نام تو نہیں ملتے یہ اعتراض نہایت بودا ہے۔ کیونکہ اوپر ہم نے ایک حدیث نقل کی ہے جس میں ابن مسعود فرماتے ہیں۔ کہ انہوں نے اکیلے ستر سے زائد سورتوں کو یاد کیا ہوا تھا اور اسکے علاوہ اور بھی سورتوں کا نام ملتا ہے اور ہم بہت سی احادیث کو اس مضمون کے ثابت کرنے کیلئے چھوڑ بھی دیا ہے اصل بات یہ ہے کہ جناب رسالتمآب نے خود تمام سورتوں کا نام رکھا اور سورتوں اور آیتوں کو آپس میں ترتیب دی۔ ان احادیث سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہی آنحضرت صلعم کا معمول تھا۔ تاہم ہم اسجگہ چند ایسی احادیث کو نقل کرتے ہیں۔ جن سے قطعی و بیّن طور پر ثابت ہوتا ہے۔ کہ اوّل سے لیکر آخر تک آنحضرت ؐ نے خود ترتیب دی۔ عن عثمان ابن عفان قال کان رسول اللّٰہ صلعم مما یأتی علیہ الزمان ینزل علیہ من السور ذوات العدد وکان اذا نزل علیہ الشیء یدعو بعض من یکتب فیقول ضعوا ھذا فی السورۃ التی یذکر فیھا کذا ۔ عثمان ابن عفان سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم پر سورتیں نازل ہوتی تھیں جب کوئی آیت نازل ہوتی تھی آپ لوگوں کو بلاتے تھے جو قرآن لکھا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ ان آیتوں کو فلاں سورۃ میں لکھو۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلعم کا معمول تھا کہ آیتوں کو ترتیب دیا کرتے تھے اور سورتوں کا نام بھی حضور ؐ نے ہی رکھا تھا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فطرت اعلیٰ اور دوسرے کی ادنیٰ ہوتی تو اس سے (نعوذ باللہ) خدا تعالیٰ ظالم ٹھیرتا جو کہ اسکی شان کے خلاف ہے۔ اور ادنیٰ طاقتوں والا انسان قیامت کے دن قابل مواخذہ نہیں ٹھیر سکتا۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ کسب اور موہبت آپسمیں ساتھ ساتھ جاتے ہیں۔ اور موہبت کسب کے نتیجہ میں ہے۔ انبیاء کو جو طاقتیں ملتی ہیں وہ خدا تعالیٰ کے علم کے ماتحت ملتی ہیں بذل جہد ضروری ہے۔

آریوں کا یہ اعتراض کہ محدود اعمال کے نتیجہ میں غیر محدود انعام کس طرح مل سکتا ہے۔ صحیح نہیں۔ کیونکہ انسان نے خدا کو یہ کب کہا تھا کہ اسکو محدود طاقتیں دیجائیں۔ اسکے پاس جو کچھ تھا اس نے کمال تک پہنچادیا۔ اگر اور کچھ بھی ہوتا تو وہ اسکو بھی خرچ کر دیتا۔ انسان اپنی ذات میں محدود ہے۔ اس لئے اسکے اعمال بھی محدود ہیں۔ لیکن خدا کی طاقتیں لامحدود ہیں اس لئے اسکے انعام بھی لامحدود ہیں۔ میرزا غالب نے اس مفہوم کو اپنے ایک شعر میں نہایت خوبی سے ادا کیا ہے۔ سے

جان دی۔ دی ہوئی اُسی کی تھی ؎ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہُوا

اس سوال کے جواب میں کہ پھر ہر ایک نبی کیوں نہیں ہو سکتا۔ فرمایا۔ کہ ہم قربانیوں کو ظاہر پر قیاس کرتے ہیں حالانکہ قربانی کا حقیقی علم خدا تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ ایک آدمی ہے جس کا گذارہ ایک ہزار روپیہ ماہوار پر ہے اور دوسرا جسکا گذارہ ایک سو روپیہ ماہوار پر ہے اگر دونو اپنے اپنے گذارہ کی قربانی کر دیتے ہیں تو وہ خدا کے نزدیک برابر ہیں ہمیں تو پہلے آدمی کی قربانی بڑی نظر آتی ہے لیکن خدا کی نظر میں بلحاظ قربانی دونو برابر ہیں۔ کیونکہ دوسرے آدمی نے بھی اس تمام مال کی قربانی کر دی جو اسکے پاس تھا۔ اور اگر وہ اس سے زیادہ رکھتا تو وہ بھی دیدیتا۔ پس اللہ تعالیٰ کے نزدیک دونو کی قربانی اور ایثار یکساں ہے۔

قرآن شریف میں آتا ہے کہ قاعدین پر مجاہدین کو فضیلت ہے۔ ایک دفعہ رسول کریمؐ نے دوران جنگ میں فرمایا۔ کہ مدینہ میں بعض ایسے لوگ ہیں جو تم پر فضیلت رکھتے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ کس طرح ہ فرمایا کہ وہ اپنے بعض اعضاء سے مجبور ہیں ورنہ آج تمہارے ساتھ ہوتے۔ اب انکے دل اور انکی دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ ایک اور شخص نے سوال کیا کہ خاتم النبیینؐ و خاتم الاولیاءؑ سے کیا مراد ہے؟ حضور نے فرمایا اس سے درجہ مراد نہیں بلکہ یہ مراد ہے کہ اب جس طرح کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا جبتک وہ رسول کریمؐ کی کامل اتباع نہ کرے اسی طرح اب کوئی ولی نہیں ہو سکتا جبتک وہ مرزا صاحبؑ کی کامل اتباع نہ کرے۔ دوسرے لفظوں میں اب ولی ہماری جماعت سے ہی ہونگے۔ اسکے بعد اگر کوئی اور زیادہ مجاہدہ کرے تو پھر اسپر نبوت کیلئے نبی کریم صلعم کے فیض کا پرتو پڑیگا۔ ؎ خاکسار (ڈاکٹر) محمد رمضان خان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۲) عن زارۃ ابن ابی اوفی ان النبیؐ سئل ای العمل افضل قال الحال المرتحل قیل ما الحال والمرتحل قال صاحب القرآن یقرءعن اول القرآن الی اٰخرہٖ ومن اٰخرہٖ الی اولہ فلما حلّ ارتحل ۔ دارمی میں زرارت ابن ابی اوفی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم سے دریافت کیا گیا کہ کونسا عمل سب سے بہتر ہے ۔ فرمایا اترنا سیر ۔ سفر کرنا پوچھا گیا کس طرف فرمایا قرآن دان جو قرآن کو اوّل سے آخر تک پڑھتا ہے اور پھر آخر سے اوّل کی طرف عود کرے یعنی دوبارہ پڑھے ۔ اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم کو اوّل سے لیکر آخر تک ترتیب دیا ہوا تھا ۔ اور اگر اوّل سے لیکر آخر تک ترتیب دیا ہوتا تو حضور علیہ السلام کا اوّل سے لیکر آخر تک فرمانے کا کیا مطلب ۔

(۳) عن اوس بن ابی اوس حذیفۃ الثقفی قال کنت فی الوفد الذین اسلموا من ثقیفٍ فقال لنا رسول اللہ صلعم طرأ علیّ حزبی من القراٰن فاردتُ ان لا اخرج حتّٰی اقضیہٖ قال فسئلنا اصحاب رسول اللہ صلعم قلنا کیف تحزبون القراٰن قالوا نحزبوہ ثلاث سور وخمس سور وسبعہ سورہ وتسع سور احد عشر وثلاث عشر وحزب المفصل من قٓ حتّٰی تختم ۔

اوس فرماتے ہیں کہ میں بھی ثقیف کے اس وفد میں موجود تھا جو اسلام قبول کرنیوالے تھے ۔ رسول صلعم نے ہمیں کہا میں نے اپنے قرآن شریف کی منزل کو پورا کرنا ہے ۔ اسلئے میں نے ارادہ کیا ہے ۔ کہ جب تک ختم نہ کردوں اسوقت تک باہر نہ نکلوں ۔ اسپر ہم نے رسول اللہ صلعم کے صحابی سے دریافت کیا کہ آپ کس طرح قرآن شریف کو حصّوں میں تقسیم کرتے ہیں ۔ انہوں نے جواب دیا ۔ کہ تین سورتیں پانچ سورتیں گیارہ سورتیں تیرہ سورتیں اور قٓ سے شروع ہو کر آخر قرآن تک جس کو مفصل کہتے ہیں الگ الگ منزلیں ہیں ۔ اس حدیث سے صریح طور ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے خود تمام قرآن کریم کو ترتیب دیا اور سورتوں کو بھی ترتیب دیا کہ کونسی سورۃ کے بعد کونسی سورۃ ہونی چاہیئے ۔ ورنہ فلاں سورۃ سے فلاں سورۃ تک کے کیا معنے ۔ اب بھی ہم قرآن مجید کو انہی سات منزلوں میں تقسیم کیا ہوا پاتے ہیں جس سے آفتاب نصف النہار کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ ترتیب قرآن کا کام بانیٔ اسلام الف الف علیہ السلام نے خود سرانجام دیا ۔

(۴) قالت فاطمۃ اسرّ الیّ ان جبریل کان یعارضنی القراٰن مرّۃً کل سنۃٍ وانہٗ عارضنی العام مرّتین ولا اراہ حضر اجلی ۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے میرے پاس یہ راز کی بات بتائی کہ جبریل ہر سال مجھے قرآن کا ایک بار دَور کراتا ہے مگر امسال دو بار کیا اس کی وجہ سوائے اسکے اور کوئی نہیں معلوم ہوتی کہ میری موت کے دن قریب آگئے ہیں ۔ تو قرآن کریم کا دَور کرانا بغیر ترتیب کے نہیں ہو سکتا اور آخری دفعہ کا دَور ہی مکمل قرآن کریم کا دَور ہے کیونکہ اسوقت تمام قرآن شریف نازل ہو چکا تھا ۔ اعتراض کرنیوالے تو خدا کی ذات پر بھی اعتراض کرتے ہیں مگر طالبِ حق کے لئے مندرجہ بالا دلائل و احادیث

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس امر کے ثبوت کے لئے قطعی طور پر کافی ہیں اب میں بزرگانِ سلف میں سے بعض کے اقوال کو نقل کر کے اس حصۂ مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن کریم رسول اللہ صلعم کا ترتیب دیا ہوا ہے اور رسول اللہ صلعم سے ہم تک بغیر تغیّر و تبدّل پہنچا ہے۔ یہ صرف حُسنِ عقیدہ کے طور پر نہیں بلکہ دلائل ہمیں اس عقیدہ کے قبول کرنیکے لئے مجبور کرتے ہیں اور یہی حدیثیں ہیں جن سے یہ عقیدہ دلائل قویّہ سے مستنبط ہوتا ہے جیسا کہ بعض بزرگوں کے قول سے ثابت ہوتا ہے:۔

(۱) ایضاً ظھر من ھذا ان الترتیب الذی یقرء علیہ القرآن ثابتٌ عن رسول اللّٰہ صلعم فان القرّاء العشرۃ۔ باسانیدھم الصحاح المجمع علٰی صحتھا نقلوا عن رسول اللّٰہ صلعم اقرأھم ھکذا وشیوخ شیوخھم اقراھم ھکذا الی رسول اللّٰہ صلعم (شرح مسلم بحر العلوم) یہاں سے معلوم ہوا قرآن کریم کی یہ ترتیب جس پر وہ آج تک ہے رسول اللہ صلعم سے ثابت ہے کیونکہ دس قاری جنکی قرأت اتّفاق سے دنیا میں مسلّم ہے ان سب نے اپنی صحیح سندوں سے جن کی صحت پر تمام اُمّت کا اتفاق ہے قرآن کو ایسی ترتیب سے آنحضرت صلعم سے نقل کیا اور انکے اُستادوں نے اِسی طرح سے پڑھایا اور بتایا اور اِسی طرح سے برابر یہ سلسلہ پیغمبر خدا رسول مقبول تک پہنچتا ہے۔

(۲) قال البغوی فی شرح السنۃ الصحابۃ جمع بین الدفتین القرآن الذی انزلہ اللّٰہ علٰی رسولہ فکتبوہ کما سمعوہ من رسول اللّٰہ صلعم من غیر ان قدموا شیئاً او اخروا ووضعوا لہٗ ترتیباً لم یاخذہٗ رسول اللّٰہ صلعم وکان رسول اللّٰہ صلعم یلقن اصحابہ ویعلمھم ما نزل من القرآن علی الترتیب الذی ھو الاٰن فی مصاحفنا (انتہٰی ملخصاً اتقان) امام بغوی شرح السنہ میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو قرآن آنحضرت صلعم پر نازل کیا صحابہؓ نے اسے ویسا ہی لکھا جیسا رسول اللہ صلعم سے سُنا کوئی تقدیم اور تاخیر نہیں کی اور قرآن کریم کو رسول اللہ صلعم کی قائم کردہ ترتیب سے لیا رسول اللہ صلعم نے قرآن کریم کو ایسی ترتیب سے لکھدیا ہے جو ترتیب آج ہمارے قرآن کریم میں ہے ٭

مختلف ٹریکٹ

رسالۃ الامام المہدی علیہ السلام		تبرّا کا عدم جواز کتب شیعہ میں	۔/
چند کار آمد حوالے نمبر۱	۔/	احمدی عقائد	۔/
نمبر۲	۔/	الدجّال	۴/
شیعہ معراج	۱/	براہین العقائد	۸/
آریہ سماج و گاندھی جی	۔/	معارف القرآن	۸/
مسیح موعودؑ و اُمّتِ محمدیہ	۱/	مقصد مذہب	۳/
اسلام کی اندرونی تصویر	۔/	سلسلہ احمدیہ و تصوّف	۵/
کفّارہ	۱/	اہل بہا کی شریعت جدیدہ	۶/
بطلان مسئلہ قدامت روح	۔/	کمالات احمدیہ	۶/
ذبیحہ گائے اور ہندوؤں کے وید شاستر	۱/	مباحثہ سرگودہ	۶/
چھ ماہ کے پیر بخشی رسالوں کا جواب	۱۰/	الاستخلاف	۴/
بانیٔ آریہ سماج کے اقوال میں تناقض	۱۰/	التشریح الصحیح فی نزول المسیح	۶/
		آسمانی گولہ	۱/
		اسلامی قادر مطلق اور آرین سرو شکتیمان	۴/

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کیا بنو اسمٰعیل ابراہیمی وعدوں میں شریک نہیں؟

دنیا کی ہر قوم نے مقدور بھر کوشش کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جملہ انعامات کو اپنے لئے ہی مخصوص کر لیں۔ اگر ہندو دھرم نے آریہ ورت کو ہی ایشوری فیضان کا مورد اور آریہ قوم کو ہی اسکے انعامات کا وارث قرار دیا ہے تو یہودیت اور عیسائیت نے بھی تمام الٰہی عطیات کو بنی اسرائیل سے مختص قرار دیا ہے چنانچہ لکھا ہے :۔

"وے اسرائیلی ہیں اور فرزندی اور جلال اور عہد اور شریعت اور عبادت اور وعدے انہیں کے ہیں اور باپ دادے انکے ہیں اور جسم کی نسبت مسیح انہیں میں سے ہوا" (رومیوں $\frac{9}{4-5}$)

اسلام نے تمام ملکی و قومی منافرت کی راہوں کو بند کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی شانِ ربوبیت عامہ کی تصدیق میں فرمایا "وان من امّة الا خلا فیھا نذیر" کہ دنیا کی ہر قوم میں خدا کے نذیر آئے ہیں۔ انجیل نویسوں نے اپنے اس خود ساختہ دعوے کو سچا ثابت کرنیکے لئے مختلف تحریفات سے کام لیا ہے۔ اور سب سے بڑی تحریف جو انکو اس بات میں کرنی پڑی وہ حضرت اسمٰعیلؑ اور انکی نسل کے متعلق ہے۔ اگر ایک جگہ حضرت اسمٰعیل کیلئے "بہادر" اور "اپنے وطن سے جدا کر کے جنگل میں ڈالا گیا" کی بجائے اردو تراجم میں "وحشی" کیا گیا تو دوسری جگہ اسکے متعلق وعدوں اور نسل ابراہام ہونے سے ہی انکار کر دیا گیا چنانچہ لکھا ہے:

(ا) "ابراہام کے دو بیٹے تھے۔ ایک لونڈی سے اور دوسرا آزاد سے۔ پر وہ جو لونڈی سے تھا جسم کے طور پہ لیکن جو آزاد سے تھا وعدے کے طور پر پیدا ہوا۔" (گلتیوں $\frac{4}{22-23}$)

(ب) "اور نہ اسلئے کہ وے ابراہام کی نسل ہیں سب فرزند ہیں بلکہ لکھا ہے کہ اسحٰق ہی سے تیری نسل کہلائیگی یعنی نہ جسم کے لڑکے خدا کے فرزند ہیں بلکہ وعدے کے لڑکے نسل گنے جاتے ہیں کیونکہ وعدہ کی بات یہی ہے کہ اسی وقت پھر آؤنگا اور سارہ کے بیٹا ہوگا۔" (رومیوں $\frac{9}{7-9}$)

(ج) "اسحٰق کو قربانی کیلئے گزرانا ہاں اکلوتے کو اس نے چڑھایا جس نے وعدوں کو پایا تھا۔ اور جس سے کہا گیا تھا۔ کہ اسحٰق ہی سے تیری نسل کہلائیگی۔" (عبرانیوں $\frac{11}{17-18}$)

ان ہر سہ آیات میں نسلی تعصب سے کام لیتے ہوئے سیدنا حضرت اسمٰعیلؑ کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے اسکی علت غائی حضرت اسمٰعیلؑ اور نسل اسمٰعیلؑ کو ابدی طور پر محرومیت کا وارث بنانا ہے۔ تاکہ کسی طرح اسرائیلی بلا شرکت غیرے الٰہی انعاموں کے مستحق قرار پائیں۔ اسمٰعیلی حقوق کے ابطال کیلئے ان آیات میں جو وجوہات دی گئی ہیں وہ حسب ذیل ہیں:۔

(۱) حضرت اسمٰعیلؑ لونڈی سے جسم کے طور پر ہوئے تھے۔ وعدہ کے طور پر نہیں اور صرف "وعدے کے لڑکے نسل گنے جاتے ہیں"۔

(۲) اسمٰعیلؑ سے ابراہام کی نسل نہ کہلائیگی صرف اسحٰقؑ ہی سے کہلائیگی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۳) اسمٰعیلؑ نے وعدوں کو نہیں پایا۔ وعدوں کو پانیوالا صرف اسحٰقؑ ہے۔

اب مَیں چاہتا ہوں۔ کہ ان خود تراشیدہ وجوہ کی حقیقت بیان کروں۔ ہمارے نزدیک سیدنا حضرت اسحٰقؑ اور جملہ اسرائیلی انبیاءؑ خدا کے برگزیدہ رسول تھے اور بلاشبہ ان وعدوں سے حصہ پانیوالے تھے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور انکی نسل کے متعلق ہیں۔ اسوقت زیر بحث امر صرف حضرت اسمٰعیلؑ اور انکی نسل کے حقوق ہیں۔

پہلی وجہ کی تردید

گو تواریخ اس پر متفق نہیں۔ کہ حضرت ہاجرہ رضؓ مصری لونڈی تھیں بلکہ ایک روایت میں تو انکو شاہِ مصر کی لڑکی بتلایا گیا ہے۔ اور یہی قرینِ قیاس بھی ہے کیونکہ جو حالات حضرت ابراہیمؑ اور سارہ رضؓ کو پیش آئے ان سے تاثر کا عملی ثبوت اسی رنگ میں دیا جا سکتا تھا۔ لیکن اگر اسرائیلی روایت کو درست بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی اس سے حضرت اسمٰعیلؑ پر کوئی زد نہیں پڑ سکتی۔ اور نہ ہی انکے حقوق آبائی کو صدمہ پہنچ سکتا ہے۔ کیونکہ خدائی قانون میں ابراہیمی وراثت کیلئے آزاد کا بیٹا ہونا ضروری نہیں بلکہ ابراہیمؑ کے صلب سے ہونا چاہیئے جیسا کہ لکھا ہے:۔

"تب خداوند کا کلام اس (ابراہیمؑ) پر اترا اور اس نے کہا کہ یہ (خانہ زاد) تیرا وارث نہ ہوگا۔ بلکہ جو تیرے صلب سے پیدا ہوگا وہی تیرا وارث ہوگا" (پیدائش ۱۵ / ۴)

اب اگر تو اسمٰعیلؑ کو صلب ابراہیمؑ سے تسلیم کیا جاوے جیسا کہ مسلم ہے تو پھر ماننا پڑیگا کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کے وارث ہیں بالخصوص جبکہ یہ حکم حضرت اسمٰعیلؑ کی ولادت سے پیشتر نازل ہوا اور اس میں حضرت اسمٰعیلؑ کے محروم الارث ہونے کا کوئی اشارہ تک نہیں۔

دوم۔ حضرت اسمٰعیلؑ کی ولادت سے پیشتر سارہ رضؓ نے جن خیالات کے ماتحت ان کی خواہش کی تھی ان سے ظاہر ہے۔ کہ باوجودیکہ ہونیوالے مولود کو لونڈی کا بچہ سمجھا جاتا تھا۔ مگر اہل خانہ کی تمام امیدیں اس ہونہار فرزند سے وابستہ تھیں۔ حضرت سارہ رضؓ نے اولاد سے مایوس ہو کر ابراہامؑ سے فرمایا:۔

"کہ دیکھ خداوند نے مجھے جننے سے باز رکھا آپ میری لونڈی کے پاس جائیے شائد اس سے میرا گھر آباد ہو" (پیدائش ۱۶ / ۲)

اب اگر وہ نسل ابراہیم میں ہی سمجھا جانیوالا نہ تھا۔ تو وہ سارہ رضؓ کے گھر کی آبادی کا موجب کیونکر بن سکتا تھا۔ بعد کے واقعات میں جو تکالیف حضرت اسمٰعیلؑ اور انکی والدہ ماجدہ کو پیش آئیں۔ ان میں بھی اسمٰعیلؑ کی ہونہاری پر حسد ہی کام کرتا تھا۔ حضرت اسمٰعیلؑ کی جلاوطنی کو یہود و نصاریٰ نے انکی والدہ کی بے ادبیوں کے نتیجہ میں قرار دیا ہے حالانکہ یہ بالکل غیر طبعی امر ہے بلکہ اصل بات یہی ہے کہ سارہ رضؓ سوت کا جلاپا اور اسمٰعیلؑ کی فرخندہ فالی کو نہ دیکھ سکی اور اس نے ان کو نکلوا دیا چنانچہ انسائیکلوپیڈیا بریٹنیکا میں صاف لکھا ہے:۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"On account of the jealousy of Sarah, who had seen him playing, turned out of doors along with his mother." (Page 386 VOL. XIII).

سوم ۔ فرض کیا کہ ہاجرہؓ ۔ سارہؓ کو دی گئی لونڈی تھی ۔ لیکن جب سارہؓ نے انکو حضرت ابراہیمؑ کی جورو بنا دیا تو پھر وہ دونو حضرت ابراہیمؑ کی نسبت سے یکساں ہوگئیں ۔ یعنی حضرت ہاجرہؓ بھی حضرت ابراہیمؑ کی جورو بن گئیں جیسا کہ سارہؓ پیشتر ازیں تھیں ۔ چنانچہ لکھا ہے :۔

"سو ابرام کی جورو سری نے بعد اسکے کہ ابرام کنعان کی زمین میں دس برس رہا تھا ۔ اپنی مصری لونڈی لیکے اپنے شوہر ابرام کو دی کہ اسکی جورو ہو" (پیدائش ۱۶/۳)

اور جب حضرت ہاجرہؓ بلحاظ ابراہامؑ کی زوجیت کے سارہؓ سے مساوی تھیں تو پھر اسمٰعیلؑ کو لونڈی کا بچّہ قرار دیکر کس طرح محروم کیا جاتا ہے ۔

چہارم ۔ اگر غلام یا لونڈی بن جانے سے روحانی حقوق تلف ہو جاتے ہیں تو پھر بنی اسرائیل کے بھی سب حقوق زائل ہو جانے چاہئیں کیونکہ وہ سالہا سال تک سرزمینِ مصر میں غلام بنے رہے اور یہ پیشگوئی ہیں پہلے سے بتلایا گیا تھا لکھا ہے :۔

"اور اس نے ابرام سے کہا کہ یقین جان کہ تیری اولاد ایک ملک میں جو انکا نہیں پردیسی ہوگی اور وہاں کے لوگوں کی غلام بنیگی اور وہ چار سو برس تک انہیں دکھ دینگے ۔" (پیدائش ۱۵/۱۳)

اور تو اور اگر اس قاعدہ کو درست تسلیم کر لیا جائے تو اسرائیلی حقوق کی جڑ پر تبر رکھا جاتا ہے کیونکہ حضرت یوسفؑ (جو ایک لحاظ سے بنی اسرائیل کے مورثِ اعلیٰ ہیں) کے متعلق بائیبل میں لکھا ہے :۔

"سو انہوں (برادرانِ یوسفؑ) نے یوسف کو کھینچکے کوئے سے باہر نکالا ۔ اور اسمٰعیلیوں کے ہاتھ بیس روپے کو بیچا اور وے یوسفؑ کو مصر میں لائے ۔" (پیدائش ۳۷/۲۷)

گویا اگر بنو اسمٰعیلؑ لونڈی زادے یا غلام تھے تو اللہ تعالیٰ نے یوسفؑ کو انکا غلام بنا کر بنی اسرائیل کو بنی اسمٰعیل کا غلامانِ غلام بنا دیا ۔ ہاجرہؓ پر بنی اسرائیل کا الزامِ غلامی اللہ تعالیٰ کو بہت ناپسند تھا ۔ اسی لئے یوسفؑ کی غلامی سے انپر حجّت ملزمہ قائم کر دی ۔

پنجم ۔ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ "صرف وعدے کے لڑکے گنے جاتے ہیں" تو بھی حضرت اسمٰعیلؑ پر کوئی حرف نہیں آتا کیونکہ حضرت اسمٰعیل کی ولادت سے پیشتر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ سے تین مرتبہ وعدہ کیا تھا ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ مَیں تجھے اولاد دونگا جو ریت کے ذروں کی مانند بے شمار ہوگی۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"اور وہ (خداوند) اس کو باہر لے گیا اور کہا کہ اب آسمان کی طرف نگاہ کر اور ستاروں کو گن اگر تُو انہیں گن سکے اور اسے کہا کہ تیری اولاد ایسے ہی ہوگی" (پیدائش 15/5)

"تیری نسل کو مَیں زمین کی خاک کی مانند بناؤنگا کہ اگر کوئی آدمی زمین کی خاک کو گن سکے تو تیری نسل بھی گنی جائے" (پیدائش 13/16)

اب اگر یہ کہا جائے کہ اسمٰعیلؑ کی پیدائش اس پیشگوئی اور وعدہ کی مصداق نہیں بلکہ اضحاق ہی اسکا مستحق ہے تو یہ بھی غلط ہے اور خدا تعالیٰ کا کلام اسکی تردید کرتا ہے۔ مَیں اس دعویٰ کے اثبات کے لئے کہ مندرجہ بالا وعدہ کے مستحق حضرت اسمٰعیل بھی ہیں۔ مندرجہ ذیل دو آیات پیش کرتا ہوں۔ (۱) حضرت ہاجرہؓ کو حمل کے ایام میں خداوند کا فرشتہ نظر آیا۔ جس نے اسے ان الفاظ میں بشارت دی۔ لکھا ہے:۔

"پھر خداوند کے فرشتے نے اسے کہا کہ مَیں تیری اولاد کو بہت بڑھاؤنگا کہ وہ گنی نہ جائے" (پیدائش 16/10)

کیا یہ تعجب کا مقام نہیں۔ کہ خداوند کا کلام جس کی نسل کو بے شمار بتلا کر ابراہیمؑ کے الہام کی تصدیق کرتا ہے۔ عیسائی اصحاب خود اسکو ہی نسلِ ابراہیم سے قرار نہیں دیتے؟ (۲) اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

"اور اسمٰعیل کے حق میں مَیں نے تیری سُنی دیکھ مَیں اسے برکت دونگا اور اسے برومند کرونگا اور اسے بہت بڑھاؤنگا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہونگے اور مَیں اسے بڑی قوم بناؤنگا" (پیدائش 17/20)

پھر حضرت اسمٰعیلؑ کی پیدائش کے متعلق حضرت ہاجرہؓ سے اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ کیا تھا وہ بھی آج تک تورات میں بدیں الفاظ موجود ہے:۔

"خداوند کے فرشتہ نے اسے کہا کہ تُو حاملہ ہے اور ایک بیٹا جنیگی اس کا نام اسمٰعیل رکھنا کہ خداوند نے تیرا دُکھ سُن لیا" (پیدائش 16/11) گویا نام بھی وہ بتایا گیا جو خود بخود انجیلی بیان کو رد کرتا ہے۔

اب صاف ظاہر ہے کہ یقیناً اسمٰعیلؑ کی ولادت بھی وعدۂ الٰہی کے مطابق ہوئی تھی اور اگر صرف وعدے کے ہی لڑکے گنے جاتے ہیں تو بھی اسمٰعیلی حقوق ثابت ہیں۔

اس جگہ مَیں انجیل نویسوں کی اس غلط بیانی کی بھی تردید کرنا چاہتا ہوں جو لکھا ہے کہ:۔

"پر نوشتہ کہتا ہے۔ لونڈی اور اسکے بیٹے کو نکال کیونکہ لونڈی کا بیٹا آزاد کے بیٹے کے ساتھ ہرگز وارث نہ ہوگا۔" (گلتیوں 4/30)

آؤ ہم دیکھیں نوشتہ کیا کہتا ہے وہاں پر تو یہ لکھا ہے:۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"تب اس (سارہؓ) نے ابراہام سے کہا کہ اس لونڈی اور اسکے بیٹے کو نکال دے کیونکہ اس لونڈی کا بیٹا میرے بیٹے اضحاق کے ساتھ وارث نہ ہوگا پر اپنے بیٹے کی خاطر یہ بات ابراہام کی نظر میں نہایت بُری معلوم ہوئی" (پیدائش $\frac{21}{11-10}$)

اس آیت سے صاف ظاہر ہے۔ کہ انجیل نویسوں نے جس کو نوشتہ قرار دیا ہے وہ سارہؓ کی ایک خواہش تھی وبس۔ ورنہ اگر وہ نوشتہ ہوتا تو ابراہام کی نظر میں یہ بات "نہایت بُری" معلوم نہ ہوتی۔ بلکہ وہ بخوشی اسکا اعلان کرتا۔ باقی یہ الگ امر ہے۔ کہ مصلحتِ خداوندی نے اسمٰعیلؑ اور اسکی والدہ کو روزمرہ کی تو تو مَیں مَیں سے بچانے کے لئے ہجرت کا حکم دیدیا اور اس طرح سرہ کی گونہ دلداری کی۔

دوسری وجہ کی تردید اناجیل میں اسمٰعیلؑ کے محروم ہونیکی دوسری وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ لکھا ہے کہ "اسحاق ہی سے تیری نسل کہلائیگی" (رومیوں $\frac{9}{7}$) انجیل نویسوں کا یہ بیان بھی مغالطہ سے پُر ہے۔ یہ تو سچ ہے کہ اضحاق سے ابراہام کی نسل ہے مگر یہ کہ صرف اضحاق سے ہے یہ غلط ہے۔ اصل واقعہ یوں ہے۔ کہ جب سارہؓ کے اصرار پر ابراہام اپنے چہیتے بیٹے اسمٰعیلؑ کو جلاوطن کرنے پر مجبور ہُوا تو اسے خیال ہُوا۔ کہ میرا بڑا بیٹا جو میری نسل کا باعث تھا۔ اب مجھ سے جُدا ہوتا ہے۔ اور اسحاق ہنوز نہایت چھوٹا بچہ ہے۔ تب خداوند تعالیٰ نے اسے تسلی دی۔ کہ غمگین مت ہو کیونکہ گو اسمٰعیلؑ دوسرے ملک میں جا رہا ہے اور اس ملک میں اسحٰق ہی ہے مگر اس جگہ پر تیری نسل اسحٰق سے کہلائیگی۔ چنانچہ تورات کے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

"پر اپنے بیٹے کی خاطر یہ بات ابراہام کی نظر میں نہایت بُری معلوم ہوئی۔ خدا نے ابراہام سے کہا۔ کہ وہ بات اس لڑکے اور تیری لونڈی کی بابت تیری نظر میں بُری نہ معلوم ہو۔ (کیونکہ خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا پیدائش $\frac{21}{20}$) ہر ایک بات کے حق میں جو سرہ نے تجھ سے کہی اسکی آواز پر کان دھر۔ کیونکہ تیری نسل اضحاق سے کہلائیگی اور اس لونڈی کے بیٹے سے بھی مَیں ایک قوم پیدا کرونگا اس لئے کہ وہ بھی تیری نسل ہے" (پیدائش $\frac{21}{11-13}$)

ان آیات سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اگرچہ حضرت اسمٰعیلؑ بظاہر سارہؓ کی ناراضگی کا شکار ہوئے مگر مشیت ایزدی بھی اس میں تھی۔ کہ وہ اپنے ملک سے جلاوطن ہو کر "فاران کے بیابان" میں جائیں تاکہ کل دُنیا کا موعود الٰہی پیشگوئیوں کے مطابق فاران کی وادیوں سے جلوہ گر ہو۔ اسی لئے خداوند تعالیٰ نے ابراہام کو تسلی دی۔ کیونکہ وہ خود اس لڑکے کے ساتھ تھا۔ ہاں اس اقتباس سے انجیلی بیان پر پانی پھر جاتا ہے۔ انجیل میں "اسحاق ہی سے" لکھ کر جو عمارت قائم کی گئی تھی وہ پیدائش کی ان آیات کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ذریعہ دھڑام سے زمین پر آگری۔ بلکہ خدا کے کلام سے ثابت ہو گیا کہ اسمٰعیلؑ بھی ابراہامؑ کی نسل ہے اور اس نسل ہونیکے باعث ہی اس میں سے بھی ایک قوم پیدا ہوگی۔ غور کا مقام ہے۔ کہ جب خدا اسمٰعیلؑ کو نسل ابراہیمؑ قرار دیکر اس میں سے ایک قوم کے پیدا کرنے کی بشارت دیتا ہے۔ تو کسی کا کیا حق ہے۔ کہ وہ فضول عذرات کی بناء پر بنو اسمٰعیل کو ابراہیمی وعدوں میں شریک قرار نہ دے۔

تیسری وجہ کی تردید تیسری وجہ یہ بتائی گئی ہے۔ کہ "اسحٰق نے ہی وعدوں کو پایا" مگر جہاں تک عہد عتیق کا تعلق ہے۔ یہ بھی سراسر غلط ہے۔ اسمٰعیلؑ کی پیدائش سے لیکر انتہاء تک اس کے متعلق وعدے صحف مقدسہ میں موجود ہیں۔ ہمیں اس سے انکار نہیں۔ کہ حضرت اسحٰقؑ نے بھی وعدوں کو پایا اور وہ بھی ابراہیمی وعدوں میں شریک تھے۔ بلکہ ہمارا مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ سیدنا حضرت اسمٰعیلؑ بھی ان وعدوں میں شریک ہیں اور انہوں نے بھی وعدوں کو پایا۔ لہٰذا ہم ذیل میں توراۃ سے وہ وعدے جو اسمٰعیلؑ نے پائے درج کرتے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر تو اوپر کی عبارتوں میں نقل ہو چکے ہیں۔ لکھا ہے:۔

(ا) "خداوند کے فرشتے نے اسے (ہاجرہ) کہا کہ میں تیری اولاد کو بہت بڑھاؤنگا۔ کہ وہ کثرت سے گنی نہ جائے۔۔۔۔ تو حاملہ ہے اور ایک بیٹا جنیگی اس کا نام اسمٰعیل رکھنا کہ خداوند نے تیرا دکھ سن لیا۔ وہ وحشی[1] آدمی ہوگا۔ اس کا ہاتھ سب کے اور سب کے ہاتھ اسکے برخلاف ہونگے اور وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بود و باش کریگا۔" (پیدائش ۱۶/۱۰-۱۲)

(ب) "اس لونڈی کے بیٹے سے بھی میں ایک قوم پیدا کرونگا۔ اسلئے کہ وہ بھی تیری نسل ہے۔" (پیدائش ۲۱/۱۳)

(ج) "تب خدا نے اس لڑکے (اسمٰعیل) کی آواز سنی اور خدا کے فرشتے نے آسمان سے پکارا اور اس سے کہا کہ اے ہاجرہ! تجھ کو کیا ہوا؟ مت ڈر کہ اس لڑکے کی آواز جہاں وہ پڑا ہے خدا نے سنی۔ اٹھ اور لڑکے کو اٹھا اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال کہ میں اسکو ایک بڑی قوم بناؤنگا پھر خدا نے اسکی آنکھیں کھولیں اور اس نے پانی کا ایک کنواں دیکھا اور جا کر اس مشک کو پانی سے بھر لیا اور لڑکے کو پلایا۔ اور خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا۔ اور وہ بڑھا اور بیابان میں رہا کیا۔ اور تیر انداز ہو گیا اور وہ فاران کے بیابان میں رہا۔" (پیدائش ۲۱/۱۷-۲۱)

---

[1] اصل میں "بہادر" اور "جنگل میں جلاوطن ہونیوالا ہے"۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(د) "اور اسمٰعیل کے حق میں میں نے تیری سُنی دیکھ میں اسے برکت دونگا۔ اور اسے برومند کرونگا اور اسے بہت بڑھاؤنگا۔ اور اس سے بارہ سردار پیدا ہونگے اور میں اسے بڑی قوم بناؤنگا" (پیدائش ۱۷/۲۰)

ان صریح آیات کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ وعدوں کا پانیوالا صرف اسحٰقؑ ہی ہے کسقدر غلط ہے۔ تورات کی آیات بالبداہت انجیلی بیان کی تردید کرتی ہیں۔ اور جب وہ وجوہات ہی غلط ثابت ہوگئیں جنکی بناء پر سیدنا حضرت اسمٰعیلؑ کو محروم قرار دیا گیا تھا تو یہ دعویٰ بھی خود بخود ہی باطل ہوگیا۔

ایک اعتراض کا جواب

عیسائی لوگ حضرت اسمٰعیلؑ کو وراثت ابراہیمی سے محروم ثابت کرنے کیلئے تورات کا حسب ذیل حوالہ پیش کیا کرتے ہیں۔ جہاں لکھا ہے:۔

"ابرہام نے اپنا سب کچھ اضحاق کو دیا۔ لیکن ان حرموں کے بیٹوں کو جو ابراہام سے ہوئے ابراہام نے کچھ انعام دیکے اپنے جیتے جی انکو اپنے بیٹے اضحاق کے پاس سے پورب رُخ پورب کی سرزمین میں بھیجدیا" (پیدائش ۲۵/۵)

جواب نمبر ۱:۔ یہ مالی وراثت کا ذکر ہے۔ اور میراثِ ابراہیمی گائے اور بکریاں نہیں بلکہ وہ فیوض وبرکات اور الٰہی تائیدات ہیں جو ابراہیمؑ کے شاملِ حال تھیں۔

جواب نمبر ۲:۔ جیتے جی تقسیم میراث نہیں کہلاتی اور اس میں کمی بیشی حقوق وراثت پر اثر انداز نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ اس میں ضروریات کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اضحاق کو "سب کچھ" اور باقی حرموں کے بیٹوں کو "کچھ انعام" دیکر رخصت کیا گیا۔ کیونکہ تمام خاندان کے مصارف کی ذمہ واری حضرت اسحٰقؑ پر تھی۔

جواب نمبر ۳:۔ حضرت اسمٰعیلؑ تو شیر خواری کی حالت میں ہی جلاوطن کردیئے گئے تھے وہ پھر پورب جانیوالوں میں کیونکر شامل ہوسکتے ہیں۔

جواب نمبر ۴:۔ اگلی آیت اس بات کو واضح کردیتی ہے۔ کہ حضرت اسمٰعیلؑ ان جانیوالوں میں نہ تھے لکھا ہے:۔

"تب ابراہام جاں بحق ہوا۔ اور اچھی عمر درازی میں بوڑھا اور آسودہ ہوکے مرا اور اپنے لوگوں میں جا ملا اور اسکے بیٹا اضحاق اور اسمٰعیل نے مکفیلہ کے مغارہ میں حتی صحر کے بیٹے عفرون کے کھیت میں جو ممرے کے آگے ہے اسے گاڑا" (پیدائش ۲۵/۹)

صرف حضرت اضحاقؑ و اسمٰعیلؑ کا ہی حضرت ابراہیمؑ کی تجہیز و تدفین میں شریک ہونا جہاں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت اسمٰعیلؑ کو حرموں کے لڑکوں سے علیحدہ کر دیتا ہے وہاں وہ حضرت اسمٰعیلؑ کے تعلقات و حقوق کو حضرت اسحٰقؑ کے حقوق سے کم نہیں ہونے دیتا۔ تدبّر۔

اجمالی نظر:- اسرائیلی اور اسمٰعیلی نزاع پر از رُوئے تورات غور کرنے سے معاملہ بالکل برعکس نظر آتا ہے۔ اسکو سمجھنے کیلئے سب سے پہلے اس عہد کو پڑھنا چاہیئے جو ابراہیمی میراث کے پانے والوں کیلئے مقرر ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

"کہ تُو اور تیرے بعد تیری نسل پُشت در پُشت میرے عہد کو نگاہ رکھیں اور میرا عہد جو میرے اور تمھارے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے جسے تم یاد رکھو سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے اور تم اپنے بدن کی کھلڑی کا ختنہ کرو اور یہ اس عہد کا نشان ہوگا جو میرے اور تمھارے درمیان ہے۔ ...... اور میرا عہد تمھارے جسموں میں عہد ابدی ہوگا۔ اور وہ فرزند نرینہ جس کا ختنہ نہیں ہوا وہی شخص اپنے لوگوں میں سے کٹ جائے کہ اس نے میرا عہد توڑا۔" (پیدائش ۱۷/ ۱۰-۱۴)

اب صاف بات ہے۔ کہ عیسائیوں نے اس عہد کو جو ابراہیمی میراث پانے کے لئے خدا تعالیٰ نے مقرر کیا تھا توڑ دیا لہٰذا وہ اپنے لوگوں میں سے کٹ گئے اور بنو اسمٰعیلؑ آجتک اس عہد پر عمل پیرا ہیں۔ سلہٰذا فیصلہ انکے حق میں ہے۔ کیا یہ تعجب کا مقام نہیں کہ جو عہد الٰہی تعلق کا نشان قرار دیا گیا تھا۔ اسکو ابراہیمؑ کے علاوہ سب سے پہلے حضرت اسمٰعیلؑ پورا کریں جیسا کہ لکھا ہے:۔ "سو اسی روز ابراہام اور اسکے بیٹے اسمٰعیلؑ کا ختنہ ہوا۔" (پیدائش ۱۷/۲۶) مگر عیسائی اصحاب انکو ہی اس تعلق سے بیگانہ قرار دیتے ہیں یا للعجب!

پھر اس نزاع میں فیصلہ کے لئے خدا تعالیٰ کے فعل کو دیکھنا چاہیئے اللہ تعالیٰ نے نسل ابراہیمؑ کے متعلق فرمایا تھا:۔

"مَیں تجھ کو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا تمام مُلک جس میں تُو پردیسی ہے دیتا ہوں کہ ہمیشہ کے لئے مِلک ہو۔ اور مَیں اُنکا خدا ہونگا۔" (پیدائش ۱۷/۸)

اب دیکھنا چاہیئے کہ کیا کبھی بنی اسمٰعیلؑ ارض کنعان پر قابض ہوئے ہیں یا نہیں۔ اگر جواب اثبات میں ہے اور یقیناً اثبات میں ہے تو پھر عیسائیوں کے لئے کوئی گنجائش نہیں کہ وہ بنو اسمٰعیلؑ کو ابراہیمی وعدوں میں شریک قرار نہ دیں ورنہ خدا کا کلام غلط ٹھیرتا ہے (نعوذ باللہ) پھر بنو اسمٰعیلؑ کے متعلق خداوند نے جو موسیٰؑ کی معرفت فرمایا اس سے بھی ظاہر ہے کہ بنو اسمٰعیل کیلئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسوۂ سیّد الانام

(بجواب)

محمدؐ صاحب ازروئے اسلام

(گذشتہ سے پیوستہ)

تیسری دلیل کی تردید تیسری دلیل جو ہمارے پادری صاحب کی طرف سے اِسی مسئلہ کے ضمن میں پیش کی گئی ہے۔ وہ ہرگز اِس قابل نہیں کہ کم از کم میرے جیسا انسان اُسے کوئی دلیل اور برہان کہہ سکے۔ اور اُسے ایک زبردست یا ضعیف اور کمزور ثبوت قرار دیتے ہوئے اسکی تردید کیلئے اپنا قلم اُٹھائے۔ مگر اسلئے کہ یہ مضمون نامکمل رہیگا۔ اگر اُسکا بھی جواب نہ دیا جائے۔ اور اسلئے بھی کہ ممکن ہے کہ کوئی کمزور طبیع انسان اُسی واہمہ سے متأثر ہو کر اسے ایک علمی دلیل قرار دے۔ اور پھر آپ ہی آپ یہ ایک فیصلہ کرے۔ کہ اسکا جواب تو محض اِسی لئے نہیں دیا گیا۔ کہ یہ ایک پختہ اور زبردست ثبوت ہے۔ مَیں اسکے جواب کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ اور خدا چاہے تو اُسکی کمزوری کو ہر لحاظ سے آشکارا کرتا ہوں۔

جوابِ اوّل:۔ دیکھو کہ ہمارے پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "اسلام سے ماقبل تصنیفات میں اہلِ عرب کے ادنیٰ دیوتا لات کہلاتے تھے۔ لیکن جب اسکے ساتھ حرف تعریف اَل لگایا جاتا تو اللات جسکا مخفّف اللّٰہ ہے وہ خدا تعالیٰ کا نام ہو جاتا۔" صٓ

اب لکھنے کو تو اُنہوں نے یہ عبارت لکھ دی۔ مگر کیا مَیں جناب پادری صاحب سے یہ پوچھ سکتا ہوں کہ جنابِ والا۔ اس بات کی دلیل کیا ہے کہ لفظ اللّٰہ اَل لات سے مشتق ہے۔ اگر ایسا کسی لُغت کے حوالہ سے ثابت ہو جائے۔ تب تو کوئی بات بھی ہے۔ اور اُس صورت میں تو آپ اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ ایسا کہیں۔ مگر جبکہ دنیا کی کسی لُغت میں ایسا لکھا ہُوا ہمیں نہیں ملتا۔ اور جبکہ خود اہلِ زبان اس بات سے قطعًا ناواقف ہیں۔ کہ اللّٰہ کا اشتقاق اَل لات ہے۔ تو پھر آنجناب نے یہ کیونکر اور کس علم و عرفان کی بناء پر اپنے رسالہ میں درج کر دیا۔ مَیں حیران ہوں۔ کہ کیا ایسی ہی باتوں کو بیان کرتے ہوئے آپ یہ امید کر سکتے ہیں۔ کہ اپنے مقصد و مدعا میں آپ کامیاب ہو جائینگے۔ اور بعثتِ نبوی سے ماقبل زمانہ کو آپ شرور و مفاسد سے بکلّی مبرّا ثابت کر سکینگے۔ مَیں آپکو یقین دلاتا ہوں۔ کہ ایسی امید کرنا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ابراہیمی وعدوں میں حصۂ وافر مقدر رہے۔ اور وہ استثناء باب ۱۸ آیت ۱۸ میں یوں مذکور ہے:۔

"میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا۔ اور اپنا کلام اسکے منہ میں ڈالونگا۔ اور جو کچھ میں اسے فرماؤنگا۔ وہ سب ان سے کہیگا۔"

اناجیل میں بھی اس وعدہ کا ذکر ہے۔ چنانچہ مقدس پولوس فرماتے ہیں:۔

"یہ وہی موسیٰ ہے جس نے بنی اسرائیل سے کہا کہ خدا تمھارے بھائیوں میں سے تمھارے لئے مجھ سا ایک نبی برپا کریگا۔" (اعمال ۷/۳۷)

یہ دو نوحوالے اس باب میں بالکل واضح ہیں۔ کہ آنیوالا موعود بنی اسرائیل میں سے نہیں بلکہ انکے بھائیوں بنی اسمٰعیلؑ میں سے آنیوالا تھا۔ اور اگر ایسا تسلیم نہ کیا جائے تو خدا کے کلام پر حرف آئیگا۔ بھلا سوچو تو سہی۔ کہ اگر بنی اسمٰعیلؑ جن کا مسکن "فاران کا بیابان" تھا۔ وہ ابدی طور پر الٰہی کلام سے محروم کردیئے گئے تھے۔ تو پھر خدا تعالیٰ کے اس کلام کا کیا مطلب ہے؟ جو لکھا ہے کہ:۔

"خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہُوا فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہُوا دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اسکے دہنے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی۔" (استثناء ۳۳/۲)

الغرض ان تمام بیانات سے اہل کتاب کے دعویٰ کی تردید ہوتی ہے۔ اور ماننا پڑتا ہے کہ بنو اسمٰعیلؑ بھی ابراہیمی وعدوں میں شریک غالب ہیں۔ فقط ۔ خاکسار اللہ دتا جالندھری

قرآن مجید بطرز یَسَّرْنَا الْقُرْاٰن

مترجم تحت اللفظ پارۂ اوّل

منشی فخر الدین صاحب ملتانی مالک کتاب گھر قادیان نے اسے شائع کرنا شروع کیا ہے پارہ اوّل اچھا چھپا ہے قیمت ۳/ روپے کے پانچ مع محصولڈاک چونکہ برادر موصوف اسکے لئے اپنی طاقت سے بڑھ کر خرچ فرما رہے ہیں۔ اس لئے احباب کو اسکی اشاعت میں خاص حصہ لیکر فائدہ اٹھانا چاہیئے ۔

سلسلہ ٹریکٹ تردید اصول وید

ملک فضل حسین صاحب احمدی تاجر نے یہ سلسلہ بک ڈپو کی طرف سے شروع کیا ہے۔ اس سلسلہ میں موجودہ وید الہامی نہیں۔ وید رشیوں کی تصنیف۔ ویدک الہام کی حقیقت۔ کیا وید ازلی ہیں۔ تردید قدامت وید۔ ویدوں کی بے اعتباری۔ یہ ٹریکٹ شائع ہو چکے ہیں۔ نہایت گہری پراز معلومات علمی و مذہبی تحقیقات کا متین مجموعہ ہے۔

بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان سے منگوائیے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک ویسا ہی واہمہ ہے بلکہ اس سے بھی بڑھکر۔ کہ جیسے کیکر پر سے انگور اور انار پر سے سیب تلاش کرنے۔ اور اگر یہ خیال ہو کہ عوام ہماری باتوں پر ایمان لائینگے۔ تو مَیں یہ بھی کہدینا چاہتا ہوں۔ کہ اب زمانہ ایسا زمانہ ہے کہ جسے روشنی کا زمانہ کہتے ہیں۔ اور جسمیں ہر بات کی دلیل اور ہر قول کی سچّائی پوچھی جاتی ہے۔ پس اگر مضبوطی سے آپ اپنی بات پر اعتقاد رکھتے ہوں۔ تو پھر میرے اُس سوال کا جواب دیا جائے۔ اور اپنے اس مفہوم کو ذرا کھول کر بیان کیا جائے۔ کہ تا حقیقتِ مستترہ اپنے تمام لوازمات کے ساتھ ہمارے سامنے آجائے۔ اور تا ہمیں بھی یہ پتہ لگ سکے۔ کہ کس مخفی علمی کان کے ایسے بیش بہا جواہرات سے آپ اپنے رسائل و تصانیف کو مزین کرتے ہیں۔

اچھا تو اب زمانہ بتلا دیگا۔ کہ کون ہے جو صداقت سے حصّہ رکھتا ہے۔ اور جوابات دینے کیلئے سینہ سپر کھڑا ہوتا ہے۔ اور وہ کون ہے جو چُھپ کر حملے کرتا ہے۔ اور پیٹھ موڑ کر فوراً بھاگے چلا جاتا ہے۔ اور کون ہے جو راہِ مستقیم پر ہے اور کون ہے جو ٹیڑھے راستے پر گامزن ہے وسیعلم الذین ظلموا ایّ منقلبٍ ینقلبون ؛

جواب دوم:۔ پھر مَیں کہتا ہوں۔ کہ اگر پادری صاحب کی اسی عبارت کو بغور دیکھا جائے۔ تو خود اُنکے الفاظ اُنکے مفہوم کی تردید کرتے نظر آئینگے۔ اور وہ اس طرح کہ عبارت کے شروع میں وہ یہ الفاظ لاتے ہیں کہ "اہلِ عرب کے ادنیٰ دیوتا لات کہلاتے تھے۔" اب اس عبارت سے تو اتنا ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اُن کا ادنیٰ دیوتا لات تھا۔ مگر اعلیٰ اور برتر دیوتا کوئی الگ۔ مگر صرف چند ہی الفاظ کے فاصلہ پر معاً پادری صاحب اِسی ادنیٰ اور ناقص دیوتا کو اعلیٰ اور برتر ہستی کا مقام عطا کرتے ہیں۔ یعنی اسی کو اللہ کے مقام پر جا پہنچاتے ہیں۔ اور اس طرح ادنیٰ اور اعلیٰ دونوں کو ایک ہی جا پر جمع کرتے ہوئے باہم نقیض اور متضاد امور اپنی ایک ہی عبارت میں جمع کرتے ہیں ؛

جوابِ سوم:۔ پھر مجھے اِسکا جواب تو دو۔ کہ جبکہ بتِ لات ابھی تراشا ہی نہ گیا تھا۔ اور وہ دنیا کی نظروں کے سامنے رکھا ہی نہ گیا تھا۔ اُس زمانہ میں کیا اللہ کا نام اہلِ عرب میں پایا جاتا تھا یا نہیں۔ اگر پایا جاتا تھا۔ اور ضرور پایا جاتا تھا۔ تو یہ بات بالکل ہی غلط ہو کے رہ گئی۔ کہ اللہ اُس اللات کا مخفف ہے۔ جسکی پرستش ملکِ عرب کے بعض باشندے کیا کرتے تھے ؛

جوابِ چہارم:۔ پھر مَیں کہتا ہوں۔ کہ پادری صاحب کا اصل منشاء تو یہ ہے کہ اس طرح وہ یہ امر ظاہر کریں۔ کہ اہلِ عرب ال لات یعنی بقول اُنکے اللہ کی پرستش کیا کرتے تھے۔ اور وہ خدائے واحد کی عبادت کا شغل رکھتے تھے۔ مگر مَیں یہ پوچھنا چاہتا ہوں۔ کہ کیا اللہ تعالیٰ کوئی مجسّم چیز تھی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ جسکی شکل و صورت پر اسکا بُت بنایا گیا۔ اور اُسے پُوجنے اور سجدہ کرنے کے لئے اپنے آگے رکھا گیا یقیناً خدا ہر قسم کے تجسّم سے پاک ہے۔ اور جبکہ وہ شکل و صورت میں محدود نہیں۔ تو پھر کس طرح اہلِ عرب اُسکی شکل و صورت پر اپنے کسی بُت کو بناتے ہوئے اُسے اپنا قابلِ تعظیم معبود قرار دیتے۔ اُن کی اس حرکت سے تو یہ ظاہر ہو رہا ہے۔ کہ اُسوقت کے اہلِ عرب اللہ پرست نہ تھے۔ ہاں وہ ال لات پرست ضرور تھے۔ اور یہ اُنکا وہ بُت تھا جسے انہوں نے اپنے اور ۳۶۰ بُتوں کی مانند بنا رکھا تھا۔ اور پادری صاحب تو خود اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ :۔ " بت پرستی عربوں کا عام مذہب تھا" صہ۲

جوابِ پنجم :۔ ہاں یہ بھی مَیں کہتا ہوں۔ کہ اگر پادری صاحب کی یہ بات مان بھی لیجائے۔ اور اہلِ عرب کے متعلق یہ گمان اور خیال بھی کر لیا جائے۔ کہ اُنکا دلی منشاء ال لات کے پُوجنے سے اللہ تعالیٰ ہی کی پرستش اور اُسی کی عبادت تھی۔ تو پھر کیوں اُنہوں نے اپنے اُس بُت کا نام اللّٰہ ہی نہ رکھ لیا اور ال لات کی بجائے لفظِ اللہ سے ہی اُسے کیوں نہ نامزد کر دیا۔ دنیا میں تو قاعدہ ہے۔ جسے محبّت کا درد رکھنے والے خوب جانتے اور پہچانتے ہیں۔ کہ بسا اوقات اپنے محبوب کی شکل و صورت اور چال ڈھال خود اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور یہ سعی کیجاتی ہے۔ کہ اُسکے حالات اور اس کی تمامتر صفات خود محب کے اندر پیدا ہو جائیں۔ اور پھر اکثر اوقات محبوب کے نام پر اپنے احبّاء کے نام رکھے جاتے۔ اور اپنے عزیزوں اور دوستوں کے نام تجویز کیئے جاتے ہیں۔ پس یہ غیر ممکن اور محال تھا۔ کہ اگر اہلِ عرب اُس بُت کو سامنے رکھتے ہوئے یہ خیال اور گمان کرتے کہ ہم اللہ ہی کی پرستش کر رہے ہیں۔ نہ کہ ال لات کی تو وہ فوراً ہی اُس کا نام اللّٰہ نہ رکھتے۔ بلکہ ال لات ہی رہنے دیتے ؏

جوابِ ششم :۔ ہاں یہ بھی یاد رکھو۔ کہ وہ لوگ جو کہ ال لات کی پرستش کیا کرتے تھے بنو ثقیف تھے اور جو عزّیٰ اور جو منات کی پرستش کیا کرتے وہ اوس اور خزرج تھے۔ اور جو ودّ کی پرستش کیا کرتے وہ بنو کلب تھے۔ اور جو سواع کی پرستش کیا کرتے وہ مختلف قبائلِ یمن تھے۔ اور جو نسر کی پرستش کیا کرتے وہ ذوالکلاع تھے۔ اور جو یعوق کی پرستش کیا کرتے وہ ہمدان تھے۔ اب کیا بنو ثقیف کو چھوڑتے ہوئے بقیہ مختلف قبائل والے لفظِ اللہ کو نہیں جانتے تھے۔ اور کیا وہ اِس بات کا علم نہیں رکھتے تھے۔ کہ کوئی ایسی ہستی بھی ہے۔ جو سب سے برتر اور سب سے بالا ہے۔ اگر وہ یہ جانتے تھے۔ تو یہ بات بالکل غلط ہوئی کہ لفظ اللّٰہ ال لات سے مشتق ہے۔ اور اگر وہ یہ جانتے تھے۔ کہ بنو ثقیف ہی خالص اللہ کی عبادت کرنیوالے ہیں۔ تو پھر کیوں اُنہوں نے اپنے علیحدہ بت بنائے۔ اور کس لئے بنو ثقیف کے لات کو چھوڑتے ہوئے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد میں الگ جا براجے۔ آخر اسکی وجہ کیا ہے کہ اُس زمانہ کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسنے والے۔ خود بنو ثقیف کے حالات کا علم رکھنے والے اپنے الگ بُت بناتے ہیں۔ اور اپنی الگ ہی عبادت و پرستش کرتے ہیں۔ اسکی وجہ صرف یہی ہے کہ وہ اس بات کو خوب جانتے تھے۔ کہ جیسا ہم بتوں کو سمجھتے ہیں۔ ویسا ہی انہوں نے اپنا ایک بُت بنا لیا ہے۔ اور جیسے ہم اللہ کو ایک الگ ہستی سمجھتے ہیں ویسا ہی بنو ثقیف خیال کرتے اور سمجھتے ہیں۔ غرضکہ بلحاظ بُتوں کے۔ اور بلحاظ انکی پرستش کے بقیہ مختلف قبائل میں اور بنو ثقیف میں کوئی بھی فرق نہ تھا اور فرق کا نہ ہونا یہ ظاہر کر رہا ہے کہ جس طرح اور قبائل بتوں کو سمجھے بیٹھے تھے۔ ویسے ہی وہ ال لات کو خیال کیا کرتے۔ وہ ہرگز یہ نہ کہتے کہ یہ اللہ کا تجسم اور اسکی شکل ہے۔ بلکہ یہ کہتے کہ یہ ہمارے شفیع ہیں۔ جو خدا کے حضور ہماری عرضداشت پیش کرتے اور اُن کی قبولیت میں بطور ایک معاون اور مددگار کے کام آتے ہیں ❊

جواب ہفتم:۔ پھر اہل عرب کے بتوں پر غور کرو۔ اُن میں سب سے بڑا بُت ہبل نامی تھا۔ جو عین کعبہ میں نصب تھا۔ اور جس کے نام کے نعرے عین جنگ کے اختتام پر فتح پانے والا فریق لگاتا۔ اور جو تمام بتوں پر فائق اور برتر سمجھا جاتا۔ اب پادری صاحب کو چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ اگر لفظ اللہ کے متعلق انہوں نے کوئی دلچسپ بحث نکالنی تھی۔ تو وہ کسی طرح سے یوں ثابت کر دکھاتے کہ لفظ اللہ ہبل سے نکلا ہوا ہے۔ اور چونکہ اہل عرب ہبل کو سب سے بڑا بُت سمجھتے تھے۔ اور چونکہ اُسی کے نام کے نعرے جنگوں کے موقع پر لگاتے تھے۔ اسلئے وہ ضرور ہی اللہ کی عبادت کرنے والے تھے۔ مگر افسوس کہ پادری صاحب نے ادنیٰ دیوتا لات کی طرف توجہ کی۔ پھر وائے حسرت کہ وہاں سے بھی ناکامی نظر آئی ❊

جواب ہشتم:۔ پھر اتنا تو سوچو۔ کہ کیا اللہ اور ال لات میں تمہیں کچھ فرق و تفاوت نظر آتا ہے کہ نہیں۔ اور کیا اِن دونوں کے معانی اور مفہوم میں کوئی عظیم الشان خندق حائل بھی نظر آتی ہے یا نہیں۔ سنو کہ اللہ اُس برتر و اعلیٰ ہستی کا نام ہے۔ جو زندہ اور حی و قیوم ہے اور جو تمام صفاتِ کاملہ کی مستجمع اور جمیع رزائل و نقائص سے منزّہ ہے۔ جو تمام فیوض کا مبداء اور ہر قسم کی خوبی کا منبع ہے۔ اور جو ہر شے کا مرجع اور ہر ملک کا مالک ہے۔ جو دیکھتا اور سُنتا ہے۔ جو بولتا اور لوگوں کی تضرعات کو سُنتا ہے۔ جو اِس بات کا حق رکھتا ہے۔ کہ اُسکی عبادت و پرستش کیجائے۔ اور ہر لمحہ اُسی کے آگے جھکا جائے۔ مگر مقابل اسکے لات ایک ایسا ذلیل اور حقیر بُت ہے۔ جو اتنی بھی طاقت و قدرت نہیں رکھتا۔ کہ اگر کوئی کُتا بھی آئے۔ اور اُسپر ٹانگ اُٹھا کے پیشاب کر جائے۔ تو وہ اُسے دُور کر سکے۔ اور اپنے آپکو اُس نجاست سے محفوظ رکھ سکے۔ اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جو نہ بول سکتا۔ اور نہ لوگوں کی تضرعات ہی سُن سکتا ہے۔ جسے خود اپنے ہاتھوں سے تراشا گیا۔ اور پتھّر سے اُس شکل ہی متشکل کر کے لوگوں کے سامنے رکھا گیا۔ کیا ان ہر دو ہستیوں میں آپ لوگوں کو کچھ بھی فرق نظر آتا ہے کہ نہیں۔ اگر آتا ہے اور ضرور آتا ہے۔ اور مَیں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ کون ایسا ہوگا۔ جو ان ہر دو کو ایک ہی قالب میں ڈھال سکے۔ اور دونوں کو کسی ایک ہی مفہوم کے اندر لا سکے۔ تو پھر کس طرح ہمارے پادری صاحب اِس بات کا حق رکھتے ہیں کہ وہ ال لات اور اللہ کو ایک ہی جیسا قرار دیں۔ اور اس طرح نور اور ظلمت کو۔ سفیدی اور سیاہی کو خوبصورتی اور بدصورتی کو یکجا جمع کر دکھائیں۔ ایسے تمام لوگ یاد رکھیں کہ اسلام کا خدا وہ عظیم الشان طاقتیں اور عظیم الشان قدرتیں اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ کہ جنکا عشر عشیر بھی کسی غیر مذاہب کے مزعومہ خدا اپنے اندر نہیں رکھتے۔ پس اسلام کو بدنام نہ کرو۔ اور اُسکے اللہ کو ال لات سے مت نسبت دو۔ اس بات کو قطعاً چھوڑ دو۔ کہ اللہ اور ال لات ایک ہی چیز ہیں۔ بخدا ایک نہیں۔ بلکہ دو ہیں۔ اور دوسرا ایسا ہے کہ اسکے متعلق یہ کہنا ضروری ہوگا:۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک ؎

جواب نہم:۔ ہاں اہل عرب کی مخالفت پر بھی غور کرو۔ اور انکی اُس عداوت کا نقشہ اپنے ذہنوں میں جماؤ۔ جو انہوں نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں ہمیشہ دکھلائی۔ اور پھر اِس ظاہری ثبوت کو دیکھتے ہوئے ایسا کہنے سے رُک جاؤ۔ کہ ال لات اور اللہ ایک ہی چیز ہیں ؎ دیکھو کہ کیا یہ ممکن تھا۔ کہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ال لات پوجنے والوں کے متعلق یہ اچھی طرح جانتے کہ وہ اللہ ہی کی پرستش کر رہے ہیں۔ تو پھر بھی انہیں یہی کہے جاتے کہ آؤ اور میرے اللہ پر ایمان لاؤ۔ پھر کیا ممکن تھا۔ کہ اگر ال لات ہی حقیقی اللہ ہوتا۔ تو ملک عرب کے تمام بسنے والے آپؐ کی اس طرح پُرزور مخالفت کرتے اور آنحضورؐ کے اس کہنے پر کہ اللہ کے پیرو بن جاؤ۔ وہ یہ نہ کہہ اُٹھتے۔ کہ ہم تو پہلے سے ہی اللہ کو مانتے اور اسکی پرستش و عبادت کیا کرتے ہیں۔ پھر کونسا اللہ ہے۔ جسکی طرف آپ بلاتے ہیں۔ بلاشبہ اُن اہل عرب کا مخالفت میں اُٹھنا اور دشمنی و عداوت میں ہر ممکن طریق اختیار کرنا اس بات کو واضح کر رہا ہے۔ کہ اسلام کے اللہ میں اور اُن مشرکین عرب کے ال لات میں کچھ ایسا فرق بیّن تھا۔ کہ انہوں نے لفظی نزاع کو چھیڑا تک نہیں۔ بلکہ اتنا بھی نہیں کہا۔ کہ دیکھو جی ہم تو پہلے سے ہی اللہ پرست ہو چکے ہیں۔ بلکہ معاً اس آواز کے نکلتے ہی ایک ایسے جوش کے ساتھ کھڑے ہوئے کہ گویا انکے وہ معبود چھینے جائینگے۔ اگر وہ نہ اُٹھے۔ اور وہ ٹکڑے ہو کے رہ جائینگے۔ اگر وہ نہ کھڑے ہوئے۔ اور انکا نام صفحۂ ہستی سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ملیامیٹ ہوجائیگا۔ اگران کونصرت وتائید نہ ملی۔ اور انکی بجائے صرف اللہ ہاں اسلامی اللہ ہی کا پھریرا لہرائیگا۔ اگرلات وعزیٰ اور مناۃ وغیرہ اصنامِ عرب کی حمایت میں وہ برسرِ پیکار نہوئے غرضکہ انہوں نے اچھی طرح سے یہ جان لیا۔ کہ اسلام کا پیش کردہ اللہ ہمارے لات وعزیٰ پر غالب آجائیگا۔ اور پھر کوئی بھی اُن کو طاقتیں اور قدرتیں رکھنے والا نہ مانیگا۔ اور اِس طرح ہم ذلیل اور حقیر گردانے جائینگے اور صریح غلطی اور گمراہی پر تصوّر کیئے جائینگے ؂

جوابِ دہم:۔ پھر اِس کے بعد میں اِس امر کی طرف بھی آپ لوگوں کی توجہ پھیرنی چاہتا ہوں۔ کہ اگر کلامِ عرب پر آپ لوگ غور کریں۔ اور شعراءِ عرب کے اشعار ملاحظہ فرمائیں۔ تو وہاں بھی اس امر کو آپ اچھی طرح محسوس کرینگے۔ کہ جس جگہ اَل لات کا ذکر آئیگا۔ اُسکے ساتھ ہی ضرور عزّیٰ کا بھی ذکر ہوگا۔ اور اِس طرح اُن کا اکٹھا ذکر کیئے جانا اِس امر کی دلیلِ قاطع ہے کہ فی الواقع جسطرح عزیٰ ایک بت تھا۔ اور لوگ اسکی پرستش کیا کرتے تھے۔ ویسے ہی لات بھی ایک بت تھا۔ جسکی عبادت بنو ثقیف کیا کرتے قرآنِ کریم میں بھی لات وعزیٰ کو اکٹھا رکھا گیا ہے۔ اور مشرکینِ عرب کو مخاطب کرتے ہوئے یوں فرمایا گیا ہے کہ أَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى۔ (پ۲۷ سورۂ نجم) یعنی اے مشرکو۔ بھلا تم نے لات وعزیٰ اور مناۃ وغیرہ میں کچھ بھی طاقت وقدرت دیکھی؟

پھر نہ صرف کلامِ عرب کا مطالعہ کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ لات اور عزیٰ کا ہمیشہ اکٹھا ذکر کرتے اور اِس طرح دونوں کو ہمیشہ ایک ہی جیسا قرار دیتے۔ بلکہ یہ بھی پتہ چلتا ہے۔ کہ وہ اللہ کو لات اور عزّیٰ کے علاوہ ایک ایسی ہستی سمجھتے تھے۔ جو کہ بالکل اُن سے الگ اور علیحدہ تھی۔ چنانچہ زید بن عمرو بن نفیل اس بات کا ذکر کرتے ہوئے کہ اب میں اللہ پر ایمان لایا ہوں ایک شعر کہتا ہے جسے یوں بیان کیا جاتا ہے۔ تَرَكْتُ اللَّاتَ وَالْعُزّٰى جَمِيعًا ؂ كَذَالِكَ يَفْعَلُ الرَّجُلُ الْبَصِيرُ (تاریخ الخمیس جلد اول ص۳۱۵) کہ میں نے لات اور عزّیٰ کو اب چھوڑ دیا ہے۔ اور فی الواقع دانا و مبصّر انسان ایسا ہی کرتا ہے ؂

پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانۂ مبارک میں کعب اور بجیر دو بھائی ہوئے ہیں جب آنحضورؐ کے دعویٰ رسالت کی خبر انہیں پہنچی۔ تو بجیر حاضرِ خدمت ہُوا۔ اور اسلام میں داخل ہوگیا جب اُس کے بھائی کعب کو یہ خبر پہنچی۔ تو وہ بہت تلملایا۔ اور اُس نے اشعار میں اپنے بھائی کو سخت ملامت کی۔ اور کہا کہ تُو نے یہ کیا کیا کہ دینِ آبائی کو ترک کر دیا۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیچھے چل پڑا۔ جب بجیر کو اس مضمون کا خط پہنچا۔ تو اُس نے بھی اشعار میں اُسے جواب لکھا۔ جن میں سے دو شعر میں اپنے اس مضمون میں درج کرتا ہوں۔ وہ لکھتا ہے:۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت مسیح موعودؑ کا نیا معجزہ

انی مہین من اراد اہانتک حضورؑ کا ابتدائی الہام ہے۔ خدا کی وحی کا تازہ معجزہ دیکھنا چاہو تو کتاب "مرزا حیرت کا فوٹو" ملاحظہ فرمائیے۔ کتاب اسقدر دلچسپ ہے کہ ختم کرنے سے پہلے ہاتھ سے چھوڑنے کو جی نہیں چاہیگا۔ لکھائی چھپائی کاغذ سب عمدہ قیمت آٹھ آنہ مگر کتاب اجرائے نبوّت کی قیمت بذریعہ منی آرڈر روانہ کرنیوالے کو مفت دیجا رہی ہے۔ احمدی اور غیر احمدی دونوں میں بیحد مقبول ہوئی ہے اور ہاتھوں ہاتھ نکلی چلی جا رہی ہے۔ اس لئے فوراً طلب فرمائیے۔

"اجرائے نبوّت" وہ کتاب ہے جس میں مولوی محمد شفیع مہتمم دار التدریس والاشاعت دیوبند کی ختم نبوّت فی القرآن کی ایک سو آیت کا اور ختم نبوّت فی الحدیث کی دو سو دس احادیث کا چار سو آیت سے جواب دیکر ہمیشہ کے واسطے ساکت کر دیا ہے۔ لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ ہے صفحات ۳۶۰ سائز ۲۲×۱۸/۸ کتاب دیکھ کر آپ کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ فی کتاب ایک روپیہ لاگت آئی ہے اور تین روپیہ میں فروخت ہونی چاہیئے تھی۔ مگر رفاہ عام کی خاطر محض لاگت پر فروخت کی جا رہی ہے۔ تاکہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ اس سے مستفید ہو سکیں۔ قیمت ایک روپیہ محصولڈاک ۸/

المشتہر

منیجر اخبار ہولٹریا چاندنی چوک دہلی

نقشہ اجرت اشتہارات

ریویو آف ریلیجنز اردو کئی لاکھ کی احمدی جماعت کا واحد ماہوار رسالہ ہے اور اس کو نہایت ذوق شوق سے پڑھا جاتا ہے اور پھر اسکے فائل مجلّد محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ اشتہار دینے والوں کے لئے بہترین موقعہ ہے۔

ضمیمہ ۲ دو صفحے ۱۲ ار سینکڑہ کے حساب سے تقسیم ہوگا اور اجرت حسب ذیل ہے:-

سالانہ	ایک صفحہ	۴۰ روپے	نصف صفحہ	۲۳ روپے
چھ ماہ	"	۲۳ روپے	"	۱۲ روپے
تین ماہ	"	۱۲ روپے	"	۷ روپے

فی اشاعت ایک صفحہ ۴ چار روپے ÷ نصف صفحہ ۲ روپے ÷ فی سطر ۴/

منیجر ریویو اردو قادیان

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب سے شائع ہوتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اب منگائیے

کیشر راج تیل

کیا آپ نے کبھی استعمال کیا ہے؟ اگر نہیں۔ تو منگائیے دونی قیمت پر بھی ایسا لاثانی خوشبودار اور خالص تیل دوسری جگہ نہیں مل سکتا دیسی۔ ولایتی کوئی تیل اس ملک میں اتنا نہیں بکتا۔

ملک کے بڑے بڑے لیڈران اس تیل کو استعمال کر کے بے حد محظوظ ہوئے جب تک استعمال نہ کریں کیونکر اعتبار ہو سکتا ہے (اتنی) کم قیمت پر ایسا لاثانی تیل مل سکتا ہے اِن سب خوبیوں پر بھی اس کی قیمت کیا رکھی جائے۔ صرف ایک روپیہ (عہ)

لال شربت

یہ بچوں کے لئے غذا اور دوا دونوں ہی ہے۔ بچوں کو دانت نکلنے میں مدد دیتا ہے۔ جسم کی رگ رگ میں قوت پیدا کر کے قوی کرتا ہے۔ اس میں سب سے زیادہ خوبی یہ ہے کہ میٹھا ہونے کے سبب سے بچے نہایت شوق سے پیتے ہیں۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ (عہ) محصول ڈاک و پیکنگ ۸/ ایک ساتھ ۳ شیشی کے خریدار سے ۱۲/ عہ محصول ڈاک تین شیشی ۱۴/

ڈاکٹر ایس کے برمن صفحہ ۱۰۲ نمبر ۸ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ پوسٹ بکس ۵۵۴

پرنٹر شیخ ... رحمت علی مرحنٹ گورداسپور